رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۰۶

یہدی اللہ لنورہ من یشاء

اخبار نور

[illegible]

یکم و ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء

[illegible]

نانک قدرت دیکھ کر خودی گئی سب بھول

مقاصد

اسلام کی خوبیوں اور اس کی برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی فضیلت بیان کرنا (۲) آریوں اور عیسائیوں کے حملوں سے اسلام کو بچانا (۳) الزامات کے گرد و غبار کو اسلام کے منور چہرے سے بدلائل عقلی و نقلی دور کرنا (۴) تاج برطانیہ کی خیر خواہی سکھ قوم میں باوا نانک جی کی تعلیم کا پرچار کرنا

ضوابط

(۱) یہ پرچہ مہینے میں دو دفعہ شائع ہوتا ہے۔

(۲) عام قیمت سالانہ ؏ ششماہی ؏ واعظین اور طلباء سے ایک روپیہ پیشگی

(۳) امراء عظام سے امتیازی قیمت پانچ روپیہ سالانہ۔ جو کچھ عطا کریں وہ عطیہ تصور ہوگا۔ اور ایسے حضرات کے اسمائے گرامی سرپرستان اخبار ہذا کی فہرست میں درج ہوں گے

KHILAFAT-LIBRARY

KHILAFAT LIBRARY

نمبر ۱ و ۲ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف (نو مسلم) سابق سورن سنگھ کمار وو وان | جلد ۳

کیا آپ پیاسے ہیں؟

یہ ہمارا الاکسیر ایریٹیڈ پوڈر پیاس کا بجھانے والا ہے۔ یہ پوڈر ہر شخص کے لیے معمولی پانی کے ہاتھ نہایت نفیس اور خوب مزیدار اور ٹھنڈا اور جھاگدار شربت بناتا ہے اور ساتھ ہی اس کے نہایت ہاضم بھی ہے۔

قسمیں

سوڈا۔ لیمن (لیمو) روز (گلاب) جنجر (ادرک) پائن ایپل (انناس)

قیمت سبکی یکساں

ایک پونڈ جس سے بخوبی اسی گلاس نہایت لذیذ شربت بنایا جا سکتا ہے۔ ؏ نصف پونڈ جس سے چالیس گلاس شربت بنایا جا سکتا ہے ؏ ۔ چوتھائی پونڈ جس سے ۲۰ گلاس شربت ۹ر

بہت سی سندوں سے چند

(۱) آپکا پوڈر نہایت خوش ذائقہ اور مفید ہے۔ یہ ہر شخص کے لئے یکساں ضروری چیز ہے خصوصاً مسافروں کیلئے تو گویا آسمانی نعمت ہے۔ (داس میگفرسن منیجر بارانگر جوٹ فیکٹری چیرمین بارانگر میونسپلٹی ۲۴ پرگنہ)

(۲) آپکا مرسلہ سوڈا لیمن جنجر بہت ہی عمدہ لذیذ خوشگوار تحفہ ہے میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں اور پھر تکلیف دیتا ہوں کہ حسب ذیل پوڈروں کو مرحمت فرما کر مشکور فرماویں۔ (شاہ عبدالکریم انصاری الوریان ضلع باندہ)

آپکے جو پوڈر بھیجے ہیں فی الواقع اکسیر کا حکم رکھتے ہیں اور ہر طرح مزیدار اور فائدہ مند ہیں۔ (ایچ ایم مصطفےٰ خان آنریری مجسٹریٹ قنوج)

الاکسیر کمپنی ۶۱ کلاؤ اسٹریٹ کلکتہ

آریہ دھرم کا فوٹو

جسمیں ستیارتھ پرکاش۔ بھومکا سنسکار بدھی۔ رگوید بھومکا وغیرہ وغیرہ آرین کے مستند گرنتھوں کے حوالوں سے آرین دھرم کا ہوبہو فوٹو کھینچکر دکھلایا گیا ہے اور اخیر پر اسلام اور آریہ دھرم کے عقاید کا قطعی منصف مزاجی سے مقابلہ و موازنہ کیا گیا ہے اور اثناء تحریر میں کہیں بھی سخت کلامی سے کام نہیں لیا گیا کیونکہ مذہب صلح کے واسطے ہے نہ جھگڑوں کے لیئے۔ یہ کتاب ایسے اصول اور ترتیب سے لکھی گئی ہے کہ ایک پانچویں جماعت کا لڑکا بھی لیکر بیٹھے تو ختم کئے بغیر چین نہ آئے۔ اور آریہ دھرم اور اس کے بانی کا ہوبہو فوٹو اس کی آنکھوں کے سامنے کھچ جائے اور پھر اس میں حوالے بھی ایسے زبردست اور مستند کتابوں سے دئے گئے ہیں کہ اگر کوئی آریہ دوست ایک حوالہ کا رد بھی کر دے تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ پانچسو روپیہ اس کی جھولی بھرنی کو طیار ہیں۔ احباب کو چاہیے کہ اس مفید کتاب کو خرید کر عام پبلک میں عموماً اور آریہ صاحبان میں خصوصاً کثرت سے تقسیم کریں۔ جسقدر اس کتاب کی زیادہ اشاعت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اسی قدر ارواح کو روحانی فائدہ پہنچیگا۔ ۱۳۲ صفحہ کی کتاب ہے لکھائی چھپائی اعلےٰ قیمت صرف ۶ر اکھٹی خرید کر تقسیم کرنے والوں سے خاص رعایت

ملنے کا پتہ منیجر اخبار نور قادیان شریف ضلع گورداسپور پنجاب

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر شیخ محمد یوسف کیلئے قادیان سے شائع ہوا

حضرت فاروق اعظم رضؓ

کے عادات - طرز زندگی - طبیعت وفات - حلیہ - ازواج واولاد - خطوط خطبات واقوال ٭

KHILAFAT LIBRARY

حضرت عمرؓ کی خاص عادات اور طرز زندگی میں سب سے ممتاز اُن کی وہ انتہا درجہ کی اور سخت اور درشت سادگی اور کسر نفسی - جفاکشی - پرہیزگاری اور نفس کشی ہے جو شارع اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی پاک زندگی کی مبارک مثال کی پوری تقلید اور پیروی سے تھی اسی میں اُن کی کامیابی کے بہت سے راز مخفی تھے - اور آئندہ اسلامی دُنیا کے واسطے دین و دُنیا کو ملا کر رکھنے اور اُس میں رہنے کا ایک قابل تقلید نمونہ اور مثال تھی ٭

آنحضرت صلعم کی اطاعت اور پیروی کرنا اور کرانا ان کی زندگی کی غرض اور ایمان ہی تھا - مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرنا اور اُن کے نقش قدم پر چلنا بھی اُن کے نزدیک ویسا ہی ضروری تھا - حضرت ابوبکرؓ کا اس درجہ ادب کرتے تھے کہ خلافت کے پہلے روز جب آپ منبر رسول اللہ صلعم پر خطبہ پڑھنے کے واسطے کھڑے ہوئے تو جس درجہ پر حضرت ابوبکرؓ پاؤں رکھتے تھے وہاں پر حضرت عمرؓ بیٹھے اور قدم زمین پر رکھے - لوگوں نے کہا کہ جہاں حضرت ابوبکرؓ بیٹھتے تھے وہاں آپ کیوں نہیں بیٹھتے تو کہنے لگے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں کی جگہ بیٹھنا ہی میرے لئے مناسب ہے - غرض حضرت ابوبکرؓ کے احکام اور وصیتوں اور اُن کے طرز عمل اور طرز زندگی کی پیروی کرنا بھی جو در حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کی پیروی تھی اپنے واسطے ضروری جانتے تھے - اُن کے عہد و معاہدوں کی پابندی اُنکے مقرر کئے ہوئے وظائف اور روزینوں کو جاری رکھنا جس کی متعدد مثالیں بیان ہوئی ہیں اپنے پر لازمی سمجھتے تھے اور اُن کی اپنی طرز زندگی اور عادات ان دو مثالوں کی پیروی میں اُس وقت ایک تیسری مثال تھی - رسول صلعم کا مبارک ذکر اُن کے کاموں اور فیصلوں میں ہمیشہ ہادی اور رہنما رہا - ایک واقعہ اس کی اچھی مثال ہے -

عبید اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس کے مکان کا پرنالہ حضرت عمرؓ کے راستہ میں تھا - ایک جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے کپڑے پہنے حضرت عباس کے واسطے اُس روز دو چوزے ذبح کئے گئے تھے حضرت عمرؓ جب پرنالے کے نیچے سے گذرے تو خون ملا ہوا پانی اُن کے کپڑوں پر گرا - حضرت عمر کو گھر واپس جا کر کپڑے بدلنے پڑے پھر آ کر نماز پڑھائی - اور اُس پرنالے کے اُکھیڑ دینے کا حکم دیا - اُس کے بعد حضرت عباس اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ پرنالہ اُس جگہ پر ہے جہاں رسول اللہ نے اسکو لگایا تھا - حضرت عمرؓ یہ سُنکر کانپ اُٹھے اور حضرت عباس کو کہا کہ تمہیں خدا کی قسم ہے جب تک اس پرنالہ کو وہیں نہ رکھ دو اور کوئی کام نہ کرنا - چنانچہ وہ وہیں رکھا گیا - ایسے ہی ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کعبہ سے سونا چاندی اُتار کر مسلمانوں میں تقسیم کر دینا چاہا مسلمہ نے کہا کہ آپ اسے نہ کر سکینگے کہنے لگے کیوں - مسلمہ کہتا ہے میں نے کہا اس لئے کہ آپکے دونوں صاحبوں نے نہیں کیا - کہنے لگے البتہ یہ درست ہے اور خاموش ہو کر چلے گئے - حسانؓ ایک دن مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہا تھا اور حضرت عمرؓ جا پہنچے اور کہنے لگے رسول اللہ کی مسجد میں تو شعر پڑھتا ہے - اُسنے جواب دیا میں جب بھی پڑھتا تھا جب تیرے سے اچھے اس میں ہوتے تھے - حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ جواب سُنکر خاموش ہو گئے

آنحضرتؐ کے ساتھ جس قسم کی سادہ زندگی بسر کرنے کی بنا پڑ گئی تھی اُس میں اُن کی آخر زندگی تک سر مو فرق نہیں آیا - نہ قیصر اور کسریٰ کے ملکوں نے نہ اُن کے خزانوں اور دولتوں اور نہ اُن عیش و عشرت کے سامانوں نے جو اُن کے سامنے لائے جاتے تھے اُس میں کوئی تغیر پیدا کیا بلکہ اُنھیں عرب کی سادہ زندگی میں تغیر پیدا کرنے کی رغبت اور اشتعال دلانے والے اسباب کے پیدا ہونے پر مسلمانوں کی سادہ زندگی کے قائم رکھنے کی تدابیر کرنی پڑیں اور اپنے آپ کو اُن کے واسطے نمونہ بنانا پڑا - دنیا کی دولت اور خزانوں کو وہ بے حقیقت اور اُس دولت لازوال کے سامنے جس سے خدا کی رحمت نے اُن کے دلوں کو مالا مال اور منور کر دیا تھا حقیر اور ہیچ سمجھتے تھے کسریٰ کے خزانوں اور سونے چاندی کے انباروں نے اگر حضرت عمرؓ کی طبیعت پر کچھ اثر کیا تو یہ تھا کہ جب وہ خزانے اُن کے سامنے آئے تو آپ اُن کو دیکھ کر رونے لگ گئے - عبد الرحمن نے کہا کہ یا امیر المومنین یہ تو شکر اور خوشی کا وقت ہے آپ روتے کیوں ہیں - آپ نے جواب دیا کہ کسی قوم میں اُن کی زیادتی اُن کے درمیان عداوت اور بغض کے پیدا ہونے کی دلیل ہے - دولت دُنیا کے انجام سے بھی وہ واقف نہیں تھے - غرض وہی موٹے اور پُرانے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے اور کھانے پینے کی سادہ چیزیں اُن کی پوشاک اور خوراک کی خصوصیتیں تھیں جن میں کبھی فرق نہیں آیا - یزید بن وھب کا قول ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو بازار میں جاتے ہوئے دیکھا - اُن کے اوپر ایک چادر تھی جس میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے اور بعض اُن میں چمڑے کے تھے - زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ایک چادر اوڑھے ہوئے دیکھا جس میں سترہ پیوند لگے ہوئے تھے - میں یہ دیکھ کر رو پڑا اور روتا ہوا گھر چلا گیا - حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں میں اُنکو دیکھتا تھا کہ اُن کے کندھوں کے درمیان کرتے میں

KHILAFAT LIBRARY

تین یا چار پیوند اوپر تلے لگے ہوئے ہیں۔ ابو عثمان نہدی کا قول ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کے تہ بند میں چمڑے کا پیوند دیکھا ذر کہتا ہے عید کے دن میں نے اُن کو ننگے پاؤں دیکھا - جب حضرت عمرؓ دوسری دفعہ شام میں گئے اور ایلیا ایک عیسائیوں کی بستی میں جہاں آپ کی سادگی اور سادہ وضع کے سبب سے کوئی اُنکو پہچان نہیں سکا تھا اور حضرت عمرؓ ہی سے لوگ پوچھتے تھے کہ امیر المومنین کہاں ہیں۔ ایک عیسائی پادری اسقف کے ہاں ٹھہرے تھے آپ کا پیراہن پالان شتر کی چوب سے اُلجھ کر پیچھے سے پھٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ اپنے میزبان کو دیا کہ وہ اس کی مرمت کر دے اُس نے اُس کی مرمت کر دی - اور ایک کرتہ باریک کپڑے کا جو گرمی کے اُس موسم کے سفر کے واسطے زیادہ موزوں تھا تیار کرا کر لایا اور حضرت عمرؓ کے پیش کیا اسکو بھی پہنئے - حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ میرا موٹے کپڑے کا کرتہ میری عادت کے واسطے زیادہ مناسب ہے وہ نرم کپڑے کا اُس کو پھیر دیا - اسی طرح شام میں داخل ہونے کے وقت عرب سرداروں نے حضرت عمر سے کہا کہ شام کے روسا اور اُمرا آپ کے پاس آتے ہیں - یہ شایاں نہوگا کہ اس لباس میں آپ کو دیکھیں - حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ہم کو اللہ نے اسلام ہی سے عزت دی ہے - پس ہم لوگوں کے سُننے کی کچھ پروا نہیں کرتے -

یسار بن نمیر کا قول ہے کہ میں حضرت عمر کے لئے کبھی آٹا چھانا نہیں کرتا تھا - اس کے خلاف کرنے سے وہ ناراض ہوتے تھے - اور اُنھوں نے اپنی عمر بھر میں گھی اور چربی اور زیتون کے سوا کوئی خوشبو نہیں استعمال کی انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے واسطے خشک کھجوروں کا ایک صاع رکھا جاتا تھا وہ اُس کو ردی کھجوروں تک کھا لیتے تھے قحط کے زمانہ میں جب غلہ وغیرہ گراں ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے جَو کی روٹی کھانی شروع کی مگر وہ اُن کے معدے کے موافق نہ آئی - اور تکلیف دینے لگی - اس حال میں وہ اپنے پیٹ میں ہاتھ پھیر کر کہتے تھے کہ خدا کی قسم اور کچھ نہیں ملیگا - جب تک خدا مسلمانوں کو رزق نہ بخشے - ایک دفعہ عراق سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ کھانا کھانے لگے تو اُنھوں نے دیکھا کہ طیب خاطر سے کھانا نہیں کھاتے - تو فرمانے لگے کہ اے اہلِ عراق اگر میں چاہتا تو اس سے پر تکلف کھانا میرے واسطے تیار ہو سکتا تھا لیکن ہم اپنی دُنیا سے یہاں کے بدلے آخرت میں حاصل کرنے کے واسطے ذخیرہ کرتے اور پھر یہ آیت پڑھی اذھبتم طیباتکم الدنیا و استمتعتم بھا - ایسے ہی ایک دن عتبہ بن فرقد اُن کے پاس گئے اور کہا کہ حضرت عمرؓ شامی خشک روٹی کوٹ رہے تھے اور پنیر کی چھاچھ بنا رہے تھے اُس نے کہا یا امیر المومنین کاش آپ حکم کرتے کہ اس سے نرم طعام آپ کے واسطے پکایا جاتا حضرت عمر نے اُس کا جواب اُسی آیت کے پڑھ دینے سے دیا - ایسے ہی ایکدفعہ یزید بن ابو سفیان کی نسبت سُنکر کہ وہ طرح طرح کے کھانے کھاتا ہے اُس کے کھانے پر پہنچے اور سادہ قسم کے کھانے سے پیٹ بھر کر اُس کے ساتھ کھا لیا اور پھر اُس کو نصیحت اور ہدایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف کرنے سے اُن سے چھوٹ جائیگا - غرض روٹی اور گوشت اور گھی اور دودھ اور ترکاری اور سرکہ اور کھجور وغیرہ اُن کے کھانے کی کل چیزیں تھیں - لیکن ایک وقت میں دو چیزیں کھانے پر کبھی نہیں کھاتے تھے اگر ایسا کھانا سامنے آتا تھا تو اُٹھوا دیتے تھے جیسے کئی دفعہ واقع ہُوا - اصحاب رسول اللہ صلعم میں سے جو لوگ ایسی ہی سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اُن کی تعریف و توصیف کرتے تھے عمرو بن عیسیٰ نے ایک دفعہ کہا کہ میں شوخ کپڑے کو کبھی نہیں پہنونگا اور نرم بستر سے پر کبھی نہ سوؤنگا اور دُم تراشے گھوڑے پر کبھی سوار نہونگا اور اپنے پیٹ کو روٹی سے کبھی نہ بھرونگا حضرت عمرؓ نے یہ سُنا تو فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ کے ہدی کی طرف دیکھنا چاہے وہ عمرو بن عیسیٰ کو دیکھے -

ایک دن اپنے بیٹے عاصم کو گوشت کھاتے دیکھ کر اُس سے سوال کیا - اُس نے کہا کہ گوشت کو میرا دل چاہتا ہے - حضرت عمرؓ نے کہا کہ جس چیز کو تیرا دل چاہیگا تو اُسے ہی کریگا - آدمی کا یہی اسراف ہے کہ جس چیز کو اُس کا دل چاہے وہی کھالے - اسلم اُن کا غلام بیان کرتا ہے کہ ایکدن حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرا دل تازہ مچھلی کو چاہتا ہے - یرفا کو مچھلی لینے کے واسطے بھیجا اور کئی روز میں مچھلی خرید کر لایا - حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ اُس کی سواری کے گھوڑے کو بہت تکلیف ہوئی تو اپنی اس خواہش پر افسوس کیا اور وہ مچھلی نہ کھائی -

ایسی ہی سادگی سے آپ سفر کرتے تھے کوئی سامان سفر کا نہیں ہوتا تھا - عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ہمراہ حج کو گیا وہ کبھی کوئی خیمہ یا چھولداری لگا کر نہیں رہتے تھے - دھوپ کے وقت کبھی چادر اور کبھی چمڑا جیپر بیٹھا کرتے تھے درخت پر ڈالکر اُس کے سایہ میں آرام لے لیتے تھے -

اپنی ضرورتوں کو خود پورا کرنے کو ترجیح دیتے تھے گشت کرتے ہُوئے بازار سے خود خرید و فروخت کراتے تھے اصبغ بن نباتہ کا قول ہے کہ گویا میں حضرت عمرؓ کو دیکھ رہا ہوں کہ دائیں ہاتھ میں دُرّہ ہے اور بائیں میں گوشت لٹکائے ہُوئے بازار سے گھر کی طرف جا رہے ہیں - ایک روز اپنے اصحاب کے پاس دیر میں عشا کے وقت آئے تو لوگوں نے دیر کا سبب پوچھا - حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے کپڑوں کو دھویا تھا - جب وہ سوکھ گئے تو میں تمھارے پاس آیا ۔

اس قسم کی کئی ایک روایتیں کہ اصحاب رسول اللہ اور

KHILAFAT LIBRARY

اور لوگوں نے حضرت عمرؓ کو بجائے قوت اور اظہار عزت وشوکت وغیرہ کے خیال سے اس طرز زندگی کو بدلنے اور خوراک اور پوشاک اس سے بہتر استعمال کرنے کے واسطے کہا۔ مگر حضرت عمرؓ نے ایسی صلاحوں کو کبھی قبول نہ کیا۔ ہم ایک روایت اُن میں سے بیان کرینگے کہ ایکدن اصحاب رسول اللہ میں سے مہاجرین وغیرہ پچاس کے قریب جمع ہوئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ کہ اُس شخص (حضرت عمرؓ) کے زہد اور جُبہ کو دیکھتے ہو کہ کس قسم کا ہے۔ اللہ نے اُس کے ہاتھ پر قیصر اور کسریٰ کی ولائیتیں اور مشرق اور مغرب کے اطراف فتح کردئے عرب اور عجم کے قاصد اُن کے پاس آتے ہیں اور اُس جُبہ کو جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں دیکھتے ہیں کاش تم لوگ اُن کو یہ صلاح دیتے کہ اُس جُبہ کی بجائے عمدہ نرم کپڑا پہنتے جس سے اُن کی شان وشوکت ظاہر ہوتی۔ اور اُن کا دستر خوان ایسا وسیع ہوتا کہ صبح وشام انصار ومہاجرین اُن کے ساتھ کھانا کھاتے سب نے تجویز کی کہ حضرت علیؓ سے اُن کو کہلوایا جائے۔ حضرت علیؓ سے جب گفتگو ہوئی تو اُنھوں نے فرمایا کہ ازواج النبی سے کہو وہ اُمہات المومنین ہیں اُن سے کہلوانا اچھا ہوگا۔ اخف بن قیس بیان کرتا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ سے درخواست کی گئی کہ وہ کہیں۔ حضرت حفصہ نے کہا کہ میں نہیں خیال کرتی کہ وہ اس کو مانیں۔ مگر کہنے میں کچھ ہرج نہیں۔ نتیجہ ابھی ظاہر ہوجائیگا۔ آخر یہ دونوں اُن کے پاس گئیں اور یہ ذکر کرنا شروع کیا کہ جناب رسول اللہ صلعم اور حضرت ابو بکرؓ کا زمانہ تو اس طرح گذر گیا کہ اُنھوں نے دُنیا کا ارادہ کیا اور نہ دُنیا نے اُن کا ارادہ کیا۔ تمھارے ہاتھ پر خدا نے قیصر اور کسریٰ کے خزانے کھول دیئے ہیں اور ملک فتح ہوگئے ہیں عرب اور عجم کے قاصد تمھارے پاس آتے ہیں اور یہ جُبہ جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں تمھارے اوپر دیکھتے ہیں اچھا ہوتا کہ آپ اُس کو بدل دیتے۔ اور باریک کپڑا پہنتے۔ اور دستر خوان کو وسیع کرتے۔ حضرت عمرؓ یہ باتیں سنکر رونے لگے۔ اور پھر اُن سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ تم بتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی زندگی میں گیہوں کی روٹی دس دن یا پانچ دن یا تین دن بھی شکم سیر ہوکر کھائی ہو۔ یا ہمیشہ دونوں وقت کھانا میسر آیا ہو۔ اُنھوں نے جوابدیا کہ نہیں۔ پھر کہنے لگے کہ تم رسول اللہ کی زوجہ اور امہات المومنین ہو اور تمھارا سب مومنوں پر اور خاص کر مجھ پر حق ہے تم میرے پاس آئیں لیکن تم نے مجھے دنیا کی رغبت دی اور میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم اُن کا جُبہ پہنا کرتے تھے جس کی سختی سے کئی دفعہ اُن کا جسم چھل گیا۔ کیا تم اُن کو نہیں جانتی ہو اُنھوں نے جوابدیا ہاں۔ پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ کبھی نرم بستر پر نہیں سوئے۔ کیا تمھارے گھروں میں کوئی فرش یا بچھونا بچھانے کے واسطے تھا کیا چٹائی کے نشان اُن کے پہلوؤں میں نہیں پڑ جاتے تھے۔ اے حفصہ کیا تو نے ایک دفعہ نہیں بیان کیا تھا کہ تو نے ایکدن کپڑے کو دوتہ کرکے اُن کے نیچے بچھا دیا تھا اور وہ اُس کی نرمی کے سبب سے ایسے ہوگئے کہ بلالؓ کی اذان کی آواز سے پہلے نہ اُٹھے۔ اور تجھ کو فرمانے لگے کہ اے حفصہ تو نے آج کیا کیا کہ کپڑا دوہرا کرکے بچھا دیا۔ جس کے سبب سے میں صبح تک سوتا رہا۔ اور فرمایا تھا کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ ہے۔ اور نرم بستروں سے میرا کیا کام ہے۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ رسول اللہ مغفور من ذنبہ ما تقدم وما تاخر تھے۔ لیکن ہمیشہ بھوک اور بیداری اور رکوع اور سجود اور گریہ وزاری اور عجز ونیاز بدرگاہ باری اور بیقراری میں راتدن گذرتی تھی۔ یہانتک کہ خدا نے اُن کو اپنی رحمت اور رضوان کی طرف بلا لیا۔ عمرؓ نہ کھاویگا اور نہ پہنے گا اُس کی حالت اُس کے دونوں صاحبوں کے مانند رہیگی۔ وہ ترکاریوں میں سوائے زیتون کے جمع نہ کریگا اور مہینہ میں ایک دفعہ سے زیادہ گوشت نہ کھائیگا۔ غرض وہ دونوں یہ سُنکر چلی آئیں۔ اور اصحاب رسول اللہ کو یہ ماجرا سُنا دیا۔ اسی طرح جب اس قسم کی صلاح اُن کو دیجاتی تھی تو وہ کہہ اُٹھتے تھے کہ میں سختی میں اپنے دو صاحبوں کی طرح اس لئے بسر کرتا ہوں کہ شاید نرمی اور آرام میں خدا اُن کے ساتھ مجھ کو شریک کردے۔

حضرت عمرؓ اہل فوج کو دھوپ کھانے اور موٹا کپڑا پہننے کے سوا گھوڑوں پر رکاب کے سہارے بغیر سوار ہونے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ اور خود بھی اُس کی پابندی کرتے رہتے۔ گھوڑے کے کان تھام کر اُچاپ کر اُس کے اوپر جا بیٹھتے تھے امام حسنؓ جب حضرت عمر کا ذکر کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم وہ اسلام میں اول نہیں تھے اور نہ نفقہ فی سبیل اللہ میں افضل تھے مگر یہ کہ وہ زہد فی الدُنیا اور استحکام فی امر اللہ میں لوگوں پر غالب آئے۔ خدا کے کاموں میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے معاویہؓ کا قول ہے کہ نہ حضرت ابوبکر نے دُنیا کی خواہش کی اور نہ دُنیا نے اُن کی خواہش کی حضرت عمرؓ کو دُنیا چاہتی رہی مگر اُنھوں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور ہم لوگ دُنیا میں پھنس گئے ابن عباسؓ سے کسی نے حضرت ابو بکر کی نسبت پوچھا اُنھوں نے جوابدیا کہ وہ کُل کے کُل خیر تھے اور حضرت عمرؓ کی نسبت پوچھا تو کہنے لگے کہ وہ ہوشیار پرندہ کی طرح تھے جو چاروں طرف دام میں پھنس جانے سے ڈرتا رہتا ہو۔" حضرت عمرؓ کی طبیعت میں جو سختی اور درشتی

ابتداء میں پائی جاتی تھی اُس سے اُن کے اپنے زمانہ خلافت میں بالکل مفقود ہوجانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اپنی طبیعت پر کس درجہ قابو اور ضبط کی قدرت تھی۔ حضرت عمرؓ نے جس خطبہ کے ساتھ اپنی خلافت کو شروع کیا اُس میں اُنھوں نے کہا کہ "اے خدا میں ضعیف ہوں مجھے قوت دے اور میں سختی کرنے والا ہوں مجھے نرمی دے اور میں بخیل ہوں مجھے سخی کر۔" اُن کے آغاز خلافت میں جو لوگ اُن کی سختی کی طرف سے خوف کرتے تھے اُس کو سُنکر اُنھوں نے ایک خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں اپنی سختی کے سبب کو جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ بیان کیا اور اپنی خلافت میں نرمی کرنیکا اطمینان دلایا۔ اور اُن کا تمام برتاؤ ان الفاظ کے مطابق رہا۔ سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے اُن کے اسی خطبہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے کہ خدا کی قسم عمرؓ نے وفا کی۔ وہ سختی کے موقعہ پر سختی میں اور نرمی کے موقعہ پر نرمی میں زیادہ ہوئے۔

سر ولیم میور کا قول ہے کہ "نوجوانی میں وہ آتش مزاجی اور بے صبر طبیعت کے سبب سے مشہور تھے اور نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھلے دنوں میں بھی وہ بدلہ اور سزا کے تند اور سخت وکیل تھے تلوار کو نیام سے نکالنے کے واسطے ہمیشہ طیار رہتے تھے۔ اور یہی تھے جنھوں نے بدر میں تمام قیدیوں کے قتل کر دینے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن عمر اور اپنے عہد کے بوجھ نے اُن کی طبیعت کی سختی کو نرم کر دیا تھا۔" حضرت عمرؓ کی طبیعت کی نرمی اور مساکین اور محتاجوں کی مدد کرنے میں مصروف رہتے اور تواضع کرنے کے واقعات اور مثالیں بیان ہو چکی ہیں۔ اور ابھی اس قسم کے واقعات ہیں کہ مثلاً ایک دن ایک اپاہج معذور شخص کو دیکھ کر اُس کی کیفیت دریافت کرنے بیٹھ گئے اور اس کی معذوری اور حال کو دیکھ کر روئے۔ اور اُس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ مگر ہم اب اس مضمون کو ایسے واقعات سے طوالت دینا نہیں چاہتے۔ عام طور پر احسان اور مروت کے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں کہ ایک دفعہ اُن کے رشتہ داروں میں سے کسی شخص نے اُن سے بیت المال سے کچھ مانگا۔ حضرت عمرؓ نے اُسے جھڑک دیا اور کہا کہ شاید تو چاہتا ہے کہ خدا کے سامنے میں خائن بن کر جاؤں۔ مگر اپنے مال سے اُس کو دس ہزار (یا ایکہزار) درہم دیئے۔ اسی طرح اسید بن حضیر کا جب انتقال ہوا تو وہ حضرت عمرؓ کے واسطے ایک تحریری وصیت چھوڑ گیا اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ چار ہزار کا مقروض ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا کھجوروں کا باغ چار سال کیواسطے چار ہزار کے عوض گرو کر کے اُس کا قرضہ ادا کر دیا۔ ایسی ہی وہ فیاضی بھی کرتے تھے اُن کے ساتھ جو در حقیقت مستحق ہوتے تھے اور اُس کی بہت سی مثالیں گذر چکی ہیں۔ غصّہ آتا تو اُس کو دور کرتے تھے۔ ایک دن غصّہ میں آئے تو پانی مانگا اور ناک میں ڈالا اور کہنے لگے غضب شیطان ہے اور اسی طرح دور ہوتا ہے حضرت عمرؓ کی طبیعت سے گو ابتدائی سختی اور درشتی جاتی رہی تھی مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سوائے نرمی کے کچھ نہیں کرتے تھے بلکہ یہ کہ جہاں سختی مناسب ہوتی تھی سختی اور جہاں نرمی واجب ہوتی تھی وہاں نرمی کرتے تھے۔ اُن کا رعب جیسا کہ بادشاہ اور معلم کا ہونا چاہیئے دلوں میں موجود تھا۔ یہ مشہور ہے کہ لوگ اور کی تلوار سے اتنا نہیں ڈرتے تھے جتنا کہ اُن کے دُرّے سے ڈرتے تھے۔ جس کو اُنھوں نے ہی سب سے اول بنایا تھا۔

اسلام کسے کہتے ہیں؟

KHILAFAT LIBRARY

واضح ہو کہ خدائے تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو دُنیا میں پیدا کر کے اُس کی پیدائش کے مناسب حال اس میں ایک کمال رکھا ہے جو اُس کے وجود کی علت غائی ہے۔ اور ہر ایک چیز کی واقعی قدر و قیمت اُسی صورت میں ہوتی ہے کہ جب وہ چیز اپنے کمال تک پہنچ جائے مثلاً بیلوں میں کلبہ رانی اور آبپاشی اور باربرداری کا کمال ہے۔ اور گھوڑوں میں انسانوں کی سواری کے نیچے اُن کی منشاء کے موافق کام دینا ایک کمال ہے اور اگرچہ ان کمالات تک پہنچنا ان جانوروں کی استعداد میں داخل ہے۔ مگر تاہم کاشتکاروں اور چابک سواروں کی تعلیم سے یہ کمالات اُن کے ظہور میں آتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ ریاضت اور تعلیم دینے سے ایسے طرز سے ان جبلّی استعدادوں کو ان جانوروں میں پیدا کر دیتے ہیں جو ان کی اپنی منشاء کے موافق ہوں۔ پس اس قاعدہ کی رُو سے ماننا پڑتا ہے کہ انسان بھی کسی کمال کے حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کیونکہ جبکہ دُنیا کی کسی چیز کا وجود عبث اور بیکار نہیں تو پھر انسان جیسا ایک نادر الخلقت جاندار جس میں بہت سی عمدہ اور بے مثل قوتیں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ اپنی خلقت کی رُو سے محض بیفائدہ اور نکمّا ٹھہر سکتا ہے۔ لیکن یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ انسان کا عمدہ کمال یہی ہے کہ وہ کھانے پینے اور ہر ایک قسم کی عیاشی اور دولت اور حکومت کی لذّات میں عمر بسر کرے۔ کیونکہ اس قسم کی لذات میں دوسرے جانور بھی اس کے شریک ہیں بلکہ انسان کا کمال ان قوتوں کے کمال پر موقوف ہے جو اُس میں اور اُس کے غیر میں مابہ الامتیاز ہیں اور انسان کے دین کا کمال یہ ہے کہ اُس کی ہر ایک

KHILAFAT LIBRARY

قوت میں دین کی چمک نظر آوے - اور ہر ایک فطرتی طاقت اس کے ایک دین کا چشمہ ہو جاوے اور وہ قوتیں یہ ہیں :-

عقل - عفت - شجاعت - عدل - رحم - صبر - استقامت - شکر - محبت - خوف - طمع - حزن - غم - ایثار - سخاوت - ہمت - حیا - سخط - غضب - اعراض - رضا - شفقت - تذلل - حمد - ذم - امانت - دیانت - صدق - عفو - انتقام - کرم - جود - مواسات - ذکر - تصوف - مروت - غیرت - شوق - ہمدردی - علم - شدت - فہم - فراست - تدبیر - تقویٰ - فصاحت - بلاغت - عمل - جوارح - ذوق - اُنس و رجا - نطق - ارادہ - تواضع - رفق - مدارات - تحنن - وفا - حسن عہد - صلہ رحم - وقار - خشوع - خضوع - زہد - غبطہ - ایجاد - معاونت - طلب - تمدن - تسلیم - شہادت - صدق - رضا بقضا - احسان - توکل - اعتماد - تحمل - ایفاء عہد - تبتل - اطاعت - موافقت - عشق - فنا نظری - تطہر - فکر - حفظ - ادراک - بغض - عداوت - حسرت - اخلاص - علم الیقین - حق الیقین - جہد - توبہ - ندامت - استغفار - بذل - روح - ایمان - توحید - رویا - کشف - سمع - بصر - خطرات - یہ تمام قوتیں انسان میں ہی پائی جاتی ہیں - اور دوسرا کوئی جاندار ان میں شریک نہیں - اور اگرچہ بظاہر ایک ایسا شخص جسکو تدبر اور تفکر کرنے کی عادت نہیں کہہ سکتا ہے کہ ان قوتوں میں کئی ایک ایسی قوتیں بھی ہیں جن میں بعض دوسرے جانور بھی شریک ہیں - مثلاً محبت - یا خوف - یا عداوت - مگر پوری پوری غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ شراکت صرف صورت میں ہے نہ کہ حقیقت میں - انسانی محبت اور خوف اور عداوت انسانی عقل اور معرفت اور تجربہ کا ایک نتیجہ ہے پھر جبکہ انسانی عقل اور معرفت اور تجربہ دوسرے حیوانات کو حاصل نہیں ہو سکتا - تو پھر اُس کا نتیجہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے - یہی وجہ ہے کہ انسانی محبت اور خوف اور عداوت کا کوئی انتہا نہیں - انسانی محبت رفتہ رفتہ عشق تک پہنچ جاتی ہے - یہانتک کہ وہ محبت انسان کے دل میں اس قدر گھر کر جاتی ہے کہ اُس کے دل کو چیر کر اندر چلی جاتی ہے - اور کبھی اُس کو دیوانہ سا بنا دیتی ہے - اور نہ صرف محبوب تک ہی محدود رہتی ہے بلکہ انسان اپنے محبوب کے دوستوں سے بھی محبت کرتا ہے - اور اُس شہر سے بھی محبت کرتا ہے جس میں وہ رہتا ہے اور اُن اوضاع و اطوار سے بھی محبت کرتا ہے جو محبوب میں پائے جاتے ہیں اور اُس ملک سے بھی محبت کرتا ہے جہاں محبوب رہتا ہے - ایسا ہی انسانی عداوت بھی صرف ایک شخص تک محدود نہیں رہتی - اور بعض اوقات پشتوں تک اس کا اثر باقی رہتا ہے - ایسا ہی انسانی خوف بھی دور دراز نتیجہ سے پیدا ہوتا ہے یہانتک کہ آخرت کا خوف بھی دامنگیر ہو جاتا ہے - لہذا دوسرے حیوانات کی قوتیں انسانی قوتوں کے منبع اور چشمہ میں سے ہرگز نہیں ہیں - بلکہ وہ ایک طبعی خواص ہیں جو بے اختیار ان سے ظہور میں آتے ہیں اور جو کچھ انسان کو دیا گیا ہے وہ انسان ہی کے ساتھ خاص ہے -

اب جاننا چاہیئے کہ جسقدر انسان کو قوتیں دی گئی ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اُن کو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اپنے محل پر خرچ کرنا اور ہر ایک قوت کا خدا تعالیٰ کی مرضی اور رضا کے راہ میں جنبش اور سکون کرنا بھی وہ حالت ہے جسکا قرآن شریف کی رُو سے اسلام نام ہے - کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اسلام کی یہ تعریف فرماتا ہے - بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن - یعنی انسان کا اپنی ذات کو اپنے تمام قویٰ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دینا - اور پھر اپنی معرفت کو احسان کی حد تک پہنچا دینا یعنی ایسا پردہ غفلت درمیان سے اُٹھانا کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یہی اسلام ہے - پس ایک شخص کو مسلمان اُسوقت کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ تمام قوتیں اُس کی خدا تعالیٰ کی راہ میں لگ جائیں اور اُس کے زیر حکم واجب طور پر اپنے اپنے محل پر مستعمل ہوں - اور کوئی قوت بھی اپنی خود روی سے نہ چلے - یہ تو ظاہر ہے کہ نئی زندگی کامل تبدیلی سے ملتی ہے اور کامل تبدیلی ہرگز ممکن نہیں جب تک انسان کی تمام قوتیں جو اس کی انسانیت کا نچوڑ اور لب لباب ہیں اطاعت الٰہی کے نیچے نہ آجائیں اور جب تمام قوتیں اطاعت الٰہی کے نیچے آگئیں اور اپنے نیچرل خواص کے ساتھ خط استقامت پر چلنے لگیں تو ایسے شخص کا نام مسلمان ہوگا - لیکن ان تمام قوتوں کا اپنے اپنے مطالب میں پورے طور پر کامیاب ہو جانا اور رضاء الٰہی کے نیچے گم ہو کر باعتدال مطلوب کو حاصل کرنا بجز تعلیم الٰہی اور تائید الٰہی غیر ممکن اور محال ہے اور ضرور تھا کہ کوئی کتاب دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی نازل ہوتی کہ جو اسلام کا طریق خدا کے بندوں کو سکھاتی - کیونکہ جس طرح ہم اپنے ماتحت جانوروں گھوڑوں - گدھوں - بیلوں وغیرہ کو تربیت کرتے ہیں تاکہ اُن کی مخفی استعدادیں ظاہر کریں اور اپنی مرضی کے موافق ان کو چلاویں اسی طرح خدا تعالیٰ پاک فطرت انسانوں کی فطرتی قوتیں ظاہر کرنے کے لئے اُن کی طرف توجہ فرماتا ہے اور کسی کامل الفطرت پر وحی نازل کر کے دوسروں کی اُس کے ذریعہ سے اطلاع کرتا ہے تا وہ اُس کی اطاعت میں محو ہو جاویں - یہی قدیم سے سنت اللہ ہے - اور ہمیشہ خدا تعالیٰ ہر ایک زمانہ کی استعداد کے موافق اسلام کا طریق اُس زمانہ کو سکھاتا رہا ہے -

اور چونکہ پہلے نبی ایک خاص قوم اور خاص ملک

KHILAFAT LIBRARY

کے لئے آیا کرتے تھے اس لئے اُن کی تعلیم جو ابھی ابتدائی تھی مجمل اور ناقص رہتی تھی کیونکہ بوجہ کمی قوم اصلاح کی حاجت کم پڑتی تھی اور چونکہ انسانیت کے پودہ نے ابھی پورا نشو نما بھی نہیں کیا تھا اس لئے استعدادیں بھی کم درجہ پر تھیں اور اعلیٰ تعلیم کی برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔ پھر ایسا زمانہ آیا کہ استعدادیں تو بڑھ گئیں مگر زمین گناہ اور بدکاری اور مخلوق پرستی سے بھر گئی اور سچی توحید اور سچی راستبازی نہ ہندوستان میں باقی رہی نہ مجوسیوں میں اور نہ یہودیوں اور نہ عیسائیوں میں۔ اور تمام قومیں ضلالت اور نفسانی جذبات کے نیچے دب گئیں۔ اُس وقت خدا نے قرآن شریف کو اپنے ایک نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرکے دُنیا کو کامل اسلام سکھایا اور پہلے نبی ایک ایک قوم کے لئے آیا کرتے اور اسی قدر سکھلاتے تھے جو اسی قوم کے استعداد کے اندازہ کے موافق ہو اور جن تعلیموں کی وہ لوگ برداشت نہیں کرسکتے تھے وہ تعلیمیں اسلام کی اُن کو نہیں بتلاتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں کا اسلام ناقص رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان دینوں میں سے کسی دین کا نام اسلام نہیں رکھا گیا۔ مگر یہ دین جو ہمارے پاک نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دنیا میں آیا اُس میں تمام دُنیا کی اصلاح منظور تھی اور تمام استعدادوں کے موافق تعلیم دینا منظور تھا۔ اس لئے یہ دین تمام دُنیا کے دینوں کی نسبت اکمل اور اتم ہوا۔ اور اسی کا نام بالخصوصیت اسلام رکھا گیا۔ اور اسی دین کو خدا نے کامل کہا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ یعنی آج میں نے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو پورا کیا۔ اور میں راضی ہوا جو تمہارا دین اسلام ہو۔ چونکہ پہلے دین کامل نہیں تھے اور ان قوانین کی طرح تھے جو مختص القوم یا مختص الزمان ہوتے ہیں اس لئے خدا نے ان دینوں کا نام اسلام نہ رکھا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ وہ انبیاء تمام قوموں کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ اپنی اپنی قوم کے لئے آتے تھے اور اسی خرابی کی طرف ان کی توجہ ہوتی تھی جو ان کی قوم میں پھیلی ہوتی تھی۔ اور انسانیت کی تمام شاخوں کی اصلاح کرنا اُن کا کام نہیں تھا۔ کیونکہ ان کے زیر علاج ایک خاص قوم تھی جو خاص آفتوں اور بیماریوں میں مبتلا تھی اور اُن کی استعدادیں بھی ناقص تھیں اس لئے وہ کتابیں ناقص رہیں۔ کیونکہ تعلیم کے اغراض خاص خاص قوم تک محدود تھے۔ مگر اسلام تمام دُنیا اور تمام استعدادوں کے لئے آیا اور قرآن کو تمام دُنیا کی کامل اصلاح مدنظر تھی جن میں عوام بھی تھے۔ اور خواص بھی تھے اور حکما اور فلاسفر بھی اس لئے انسانیت کے تمام قویٰ پر قرآن نے بحث کی اور یہ چاہا کہ انسان کی ساری قوتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا ہوں۔ اور یہ اسلئے ہوا کہ قرآن کا مد نظر انسان کی تمام استعدادیں تھیں اور ہر ایک استعداد کی اصلاح منظور تھی اور اسی وجہ [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر وہ کام پورا ہوگیا جو پہلے اس سے کسی نبی کے ہاتھ پر پورا نہیں ہوا تھا۔ چونکہ قرآن کو نوع انسان کی تمام استعدادوں سے کام پڑتا تھا اور وہ دُنیا کی عام اصلاح کے لئے نازل کیا گیا تھا۔ اس لئے تمام اصلاح اس میں رکھی گئی اور اسی لئے قرآنی تعلیم کا دین اسلام کہلایا اور اسلام کا لقب کسی دوسرے دین کو نہ مل سکا۔ کیونکہ وہ تمام ادیان ناقص اور محدود تھے۔ غرض جبکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے تو کوئی عقلمند مسلمان کہلانے سے عار نہیں کرسکتا۔ ہاں اسلام کا دعویٰ اُسی قرآنی دین نے کیا ہے اور اسی نے اس عظیم الشان دعوے کے دلائل بھی پیش کئے ہیں۔ اور یہ بات کہنا کہ میں مسلمان نہیں ہوں۔ یہ اس قول کے مساوی ہے کہ میرا دین ناقص ہے۔

یہ بات بھی مجھے بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ حقیقی خوش حالی جس کے طلب نے انسان کو مذہب کا طالب بنایا ہے بجز اسلام کے اور کسی جگہ مل نہیں سکتی۔ جس وقت اس ضروری سوال پر ہم غور کرتے ہیں کہ کیونکر ہم نہایت خوشحالی سے اس پُر فتنہ دُنیا سے سفر کرسکتے ہیں تو ہماری روح جو سچے اور کامل آرام کو چاہتی ہے معًا یہ جواب دیتی ہے کہ ہماری کامل اور لازوال خوشحالی کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اوّل یہ کہ اس فانی زندگی کے فانی تعلقات میں ہم ایسے اسیر اور مقیّد نہوں کہ ان کا چھوڑنا ہمارے لئے عذاب الیم ہو۔

دوم یہ کہ ہم درحقیقت خدا تعالیٰ کو اُن تمام چیزوں پر مقدم رکھ لیں اور جس طرح ایک شخص بالارادہ سفر کرکے ایک شہر کو چھوڑتا اور دوسرے شہر میں آجاتا ہے اسی طرح ہم اپنے ارادہ سے دُنیا کی زندگی کو چھوڑ دیں اور خدا کے لئے ہر ایک دُکھ کو قبول کریں۔ اگر ہم ایسا کریں تو اپنے ہاتھ سے اپنے لئے بہشت کی بنیادی اینٹ رکھینگے۔

اسلام کیا چیز ہے؟ یہی کہ ہم اس سفلی زندگی کو کھو دیں اور نابود کریں اور ایک اور نئی پاک زندگی میں داخل ہوں اور یہ ناممکن ہے. جب تک کہ ہمارے تمام قویٰ خدا کی راہ میں قربان نہو جائیں

اسلام پر قدم مارنے سے نئی زندگی ملتی ہے اور وہ انوار اور برکات ملتے ہیں کہ اگر میں بیان کروں تو مجھے شک ہے کہ اجنبی لوگوں میں سے کوئی اُن پر اعتبار بھی کریگا خدا ہے اور اس پر ایمان لانا اور درحقیقت اُسی کا ہو جانا یہی راہ ہے جس کا نام اسلام ہے لیکن اُس راہ پر وہی قدم مارتا ہے جس کے دل پر اُس زندہ خدا کا خوف ایک قوی اثر ڈالتا ہے۔ اکثر لوگ

بیہودہ طریقوں سے نجات کے خواہشمند رہتے ہیں لیکن اسلام وہی طریق نجات بتاتا ہے جو درحقیقت خداتعالیٰ کی طرف سے ازل سے مقرر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ سچے اعتقاد اور پاک عملوں اور اس کی رضا میں محو ہونے سے اُس کے قرب کے مکان کو تلاش کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہو کیونکہ تمام عذاب خداتعالیٰ کی دوری اور غضب میں ہے۔ پس جب وقت انسان سچی توبہ اور سچے طریق اختیار کرنے سے اور سچی تابعداری حاصل کرنے سے اور سچی توحید کے قبول کرنے سے خداتعالیٰ سے نزدیک ہو جاتا ہے اور اُس کو راضی کر لیتا ہے تو تب وہ عذاب اُس سے دور کیا جاتا ہے لیکن یہ سوال کہ کیونکر انسان جھوٹے عقیدوں اور باطل خیالات میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اسوقت غلط خیالات اور بدعقائد میں پھنس جاتا ہے جبکہ خداتعالیٰ کی سچی وحی کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے خود تراشیدہ خیالات یا اپنے جیسے کسی دوسرے انسان کے خیالات کا پیرو بن جاتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان غلطی سے بچ نہیں سکتا ہے اور اُس کی فطرت پر سہو و نسیان غالب ہے پھر ایسی راہ میں جو نہایت باریک اور ساتھ اس کے نفسانی جذبات بھی لگے ہوئے ہیں کیونکر بچ سکتا ہے۔ لہٰذا تمام سچے طالبوں اور حقیقی راستبازوں نے اس بات کی تصدیق پر اپنے سر جھکا دیئے ہیں کہ خداتعالیٰ کی رضامندی کی راہوں کو دریافت کرنے کے لئے اُسی کی وحی اور الہام کی ضرورت ہے۔ حق کے طالب کے لئے سب سے پہلے ضروری یہی مسئلہ ہے کہ کسطرح خداتعالیٰ کی ہستی اور وجود پر یقین کامل ہو جائے۔ لیکن جو بات بالکل پوشیدہ اور غیب الغیب اور وراء الورا ہے انسان اپنی کوششوں اور اپنے ہی خود ساختہ گیان اور معرفت سے اُس پر یقین کامل نہیں لا سکتا بلکہ یکطرفہ کوششوں کا آخری نتیجہ شک اور وہم اور ہستی باری کا انکار ہے۔ کیونکہ جو شخص دس یا بیس برس یا مثلاً پچاس برس تک خداتعالیٰ کی طلب میں لگا رہے اور زمین و آسمان کی عجائب قدرت دیکھ کر اس بات کی ضرورت کو تسلیم کرے کہ اس احسن ترتیب اور ابلغ ترکیب اور پرحکمت اشیاء کا ضرور کوئی خالق ہوگا تو بالطبع اُس کو اس بات کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے کہ خداتعالیٰ کی طرف سے بھی اس کو کوئی نشان ملے صرف خود ساختہ خیالات پر ہی مدار نہ رہے۔ لیکن جب ایک زمانہ دراز تک اُس خالق کی طلب میں رہ کر پھر بھی اس طرف سے کوئی آواز نہ آوے اور کوئی نشان پیدا نہ ہو تو وہ یقین جو اُس نے محض اپنی عقل کی تراش خراش سے پیدا کیا تھا آخر وہ بھی ایک بوسیدہ عمارت کی طرح گر جائیگا اور اُس کا پچھلا حال پہلے حال سے بدتر ہوگا۔ کیونکہ یہ انسان میں ایک فطرتی خاصیت ہے کہ اگر اپنے وجود کے تمام زور اور تمام قوت سے ایک چیز کو ڈھونڈے اور طلب کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے اور پھر بھی وہ چیز میسر نہ آوے تو اس چیز کے وجود کی نسبت اُس [illegible] اعتقاد قائم نہیں رہتا۔ بالخصوص اگر کسی ایسے شخص کو ڈھونڈتا ہو جس کی نسبت اُس کا یہ اعتقاد بھی ہو کہ وہ میری اس کوشش اور اضطراب سے واقف ہے اور میری اس بیقراری پر مطلع ہے تو پھر اگر اس کی طرف سے کوئی پیغام نہ پہنچے تو بلاشبہ انکار اور نومیدی کا موجب ہوگا۔ پس اس تحقیق کی رُو سے یہ بات ثابت شدہ امر ہے کہ خداتعالیٰ پر سچا یقین بغیر ذریعہ اور الہام کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

کیا آپ نور کیلئے ایک ایک دو خریدار پیدا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہونگے؟

(ایڈیٹر)

KHILAFAT LIBRARY

سچ کا بول بالا

جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا

ترجمہ

حق آگیا اور ہر ایک قسم کا باطل دور ہو گیا کیونکہ اُس حق کی آمد پر باطل کا دور ہونا ہی مقصد تھا وہ حق کون ہے؟ وہی جناب مسیحؑ کا "فارقلیط" اور "روح حق" جناب داؤدؑ کا "پہلوان"۔ جناب سلیمانؑ کا "محمدیم" آل عدنان کا "فخر" اور بنی آدم کے حق میں "رحمت" محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کے وجود باجود سے تورات اور انجیل کی محتاج تکمیل۔ پیشگوئیوں کی تکمیل اور تصدیق ہو گئی۔ قرآن کریم کا عجیب اسلوب ہے کہ ہر ایک دعوے کے ساتھ اُس کی دلیل واضح اور قطعی کو بیان کرنا اُس کا لازمی خاصہ ہے۔ اور درحقیقت یہ اُسی مقدس کتاب کا خاصہ ہے اور دوسری تمام کتابیں جنہیں الہامی مانا گیا ہے ایسے بادلیل دعوے سے خاموش ہیں۔ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دعویٰ پیش کیا کہ وہ مرسل اللہ ہیں۔ لیکن چونکہ مجرد دعویٰ بلا دلیل سماعت اور قبولیت کے قابل نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اس دعوے پر عجیب دلیل پیش کی۔ ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب۔ اور منکر کہتے ہیں تو مرسل نہیں۔ تو اُس کے جواب میں کہہ میں یقیناً مرسل ہوں اور میں اپنی رسالت کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرتا ہوں۔ ایک اللہ دوسرا وہ جو الہامی کتابوں کا علم رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ میری رسالت حقہ پر دو مستند گواہ موجود ہیں ایک تو خود

KHILAFAT LIBRARY

اللہ تعالیٰ - اور اُس کی گواہی یہ ہے کہ وہ اپنی زبردست تائید وں فوق العادۃ نصرتوں سے میری جیسے بظاہر ضعیف - مسکین بے زرو بے جاہ و حشم - متروک القوم - اور مبغوض خویش و بیگانہ کی ایسی باجلال - شان و عظمت ظاہر کریگا کہ دشمنان حق کی آنکھیں خیرہ ہو جائینگی - وہ میرے ساتھ ہوکر میرے مقابل پر ہر متکبر اور صاحب نخوت کا سر توڑ دیگا اور تمام مغرور اور گردن کش دُنیا کی متفق مخالفانہ کوششوں کے خلاف وہ میرے وجود میں اپنا خدا ہونا ثابت کر دیگا اور دکھلائیگا کہ کیونکر وہ ایک چھوڑے ہوئے بچہ کو خود اپنی تربیت کی گود میں لیتا اور کیونکر وہ ایک سرگرداں کو جو دُنیا کے زور اور قوت کی امداد سے مایوس ہو چکا تھا کامیابی کا زریں تاج پہناتا ہے - اور ایک تنگدست بے کس و بے یار کو کیسا غنی اور لاتعداد عیال کا خداوند بناتا ہے - اور عالم الکتاب کی گواہی یہ ہے کہ وہ بول اُٹھے کہ یہ دعوی رسالت بلا تفاوت انبیاء سابقین کے دعاوی کا ہمرنگ اور اُسی قسم کے ثبوتوں سے موکد اور مزین ہے - جو اُن راستبازوں کی نبوت کے ثبوت میں دیئے گئے ہیں - قرآن شریف میں خداوند حکیم نے - آنحضرتؐ کی اثبات نبوت کے علاوہ اور بہت سے ثبوت کے طریقوں کے دو نہایت عجیب اور زبردست طریق اختیار کئے ہیں اور اُنپر مفصل اور مبسوط کلام کیا ہے - پہلا طریق یہ کہ انسان کامل رجو بظاہر اشد ضعیف ہے اور بالفعل اُس کی کامیابی اور غلبہ پر کوئی قرینہ اور قیافہ حکم نہیں لگا سکتا) ضرور ضرور کامیاب ہوگا - اور یہ پتھر جو اب حقارت سے روندا جا رہا ہے ضرور کونے کا سرا ہوگا - چنانچہ جو اسپر پڑا ضرور چور چور ہو جائیگا اور جسپر یہ گرا اُسے پیس ڈالیگا - فرمایا یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منھ کی پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ قطعی فیصلہ کر چکا ہے کہ ضرور ضرور اپنے نور کو پورا کریگا - اگرچہ تمام راستی کے دُشمن اس کے خلاف زور لگا دیں نور اللہ سے مراد آنجناب پاک کی ذات مقدس ہے اس کلمہ میں خود زبردست پشگوئی مرکوز ہے کہ یہ انسان دوسرے مادی ضعیف انسانوں کی طرح نہیں جن کی ہیئت کذائی اور ترکیب نوعی اسبات کی ممکن صلاحیت رکھتی ہے کہ ہلاکت کا غرضہ اور ہر قسم کی تباہیوں کا مورد بن سکے - بلکہ یہ قادر مطلق خدا خالق ارض و سما کا نور ہے - یعنی یہ کوئی مادی اور ارضی چراغ نہیں جس کی کمزور روشنی کو ہوا کا ذرا سا جھونکا بجھا سکے دوسرا طریق قرآن نے یہ اختیار کیا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے قصص کے بیان کا التزام فرمایا ہے اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ رسول کریم صلعم اُن تمام راستبازوں اور نبیوں کا کامل نمونہ اور مکمل مظہر ہیں جنپر الہام اور الہامی کتب کے ماننے والے ایمان لا چکے اور اُن کی نبوت اور اُن کے افعال و اقوال کو کسی دوسرے مدعی نبوت کے لئے میزان و محک قرار دے چکے ہیں - چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ یعنی ہم تیرے ساتھ اسی طرح ہم کلام ہوئے جیسے نوح اور اُس کے پیچھے آنے والے نبیوں سے ہوئے مطلب یہ کہ تیری سیرت بالکل ہمرنگ ہے تیری نبوت کے انکار سے دوسرے انبیا کی نبوت کا انکار اور تیری سیرت پر انکار کرنے سے دوسرے راستبازوں کی سیرت پر اعتراض لازم آئیگا - اس امر کی تائید کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک اور قرآن کریم کو مصدق بھی کہا ہے جس سے یہ غرض ہے کہ انبیاء سابقین کی نبوتیں تعلیمات تکمیل و تصدیق کی محتاج تھیں اور وہ تقاضاء کرتی تھیں کہ اُن کی سچی تاویل اور حقیقی مظہر دُنیا میں ظاہر ہو - چنانچہ فاران کی تجلی اور سعیر کی روشنی کے سچے مصداق ہمارے ہادی و مولا صلعم کے ظہور نے اُن کا واقعی اور سچا ہونا ایک عالم کو دکھا دیا -

ہمارے اس بیان مذکور کے پڑھنے سے ایک سرسری نگاہ سے دیکھنے والا شاید اس وہم میں پڑ سکتا ہے کہ ہم نے اپنے پیشوا اور مسلم کتاب سے آنحضرت صلعم کی نبوت کے حق میں لاحاصل اور غیر ضروری ثبوت دیئے ہیں - درحقیقت ہماری غرض اس مضمون سے یہ نہیں کہ ہم خارجی دلائل سے آنحضرت کی نبوت کی ثابت کرنے کی کوشش کریں - بلکہ ہماری غرض صرف یہی ہے کہ جیسے ہماری مقدس کتاب نے اپنے عامل کی نبوت کے ثبوت میں قوت - شجاعت - طمانیت - سکینت اور استقامت سے بھرے ہوئے دعوے کئے ہیں ایسے کسی اور مسلم الہامی کتاب نے نہیں کئے حالانکہ خود الہامی کتاب کا فرض ہوتا ہے کہ وہ خاموشی کی مہر کو توڑ کر اپنے زور بیان اور طرز بیان اور تیج زبان سے اپنا منزل من اللہ ہونا اور اپنے منسوب الیہ کا مہم و مکلم اللہ ہونا ثابت کرے - اور درحقیقت بڑی غور اور انصاف سے سوچا جائے تو یہ قوت یقین اور شجاعانہ دعویٰ اور تمام مخالفان حق کے مقابل پر بے نظیر جرات سے یہ اظہار کرنا کہ تمام انبیاء کی نبوت اور خدا کی خدائی میری ہستی اور صدق دعوی کی گواہ ہے - یہ زور قلب مدعی کی صداقت کی ایسی زبردست دلیل ہے کہ کوئی فلسفی اور منطقی اُس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتے - ایک دل کا بودا جس کو اپنی ناتوانی اور بے سروسامانی کا پورا شعور اور بصیرت ہے ایک مفتری کذاب جس کا سارا تار و پود محض دھوکا اور بناوٹ ہے ہرگز اُس کے لب و لہجہ میں اُس کے اقوال میں اُس کے افعال و حرکات میں اُس کے اعضاء کے تحرکات میں وہ قوت وہ طلاقت وہ وقار وہ خودداری اور استقامت نہیں ہو سکتی جو ایک سچے راستباز

میں ہوسکتی ہے۔ جسے کامل وثوق ہے کہ اُس کا سکہ کھوٹا نہیں اور اس لئے اُسے ذرا بھی ہراس نہیں کہ وہ پوری دلیری سے صرافوں کے بازار میں کھڑا ہوکر اُسے کامل العیار ہونے کا دعویٰ کرے۔ سب سے بڑا دعویٰ اور درحقیقت کپکپا دینے والا دعویٰ ایک عالم میں زلزلہ ڈالنے والا دعویٰ تمام حکماء و علماء کو جو کیفیات قلب اور اُس کے پُرزور جذبات اور ارادات کے مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں پُرزور کشمکش سے اپنی طرف متوجہ کرنے والا دعویٰ ہے جو ہماری اس آیۃ شریفہ میں مشتمل ہے۔ جسے ہم نے زیب عنوان کیا ہے جاء الحق و زھق الباطل الآیہ یعنی وہ عظیم الشان حق جس کی تمام انبیاء خبر دیتے چلے آتے تھے وہ باجلال و باکمال حق جو تمام حقوں اور صداقتوں کا مجموعہ ہے آگیا اور اس کے آنے پر الباطل یعنی عظیم الشان باطل۔ شرک معہ اپنے سارے اقسام کے نیست و نابود ہوگیا اور اس عالمگیر باطل کے حق میں فتویٰ ازلی لگ چکا تھا کہ اُس زور آور حق کے آنے پر اُس کا خاتمہ ہوجائیگا۔

اس موقعہ پر ہم تھوڑی دیر کے لئے توقف کرتے اور ایک طالب حق اور لقاء اللہ کے اُمیدوار کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس دعوے کے لہجہ اور اُس کے گنبد عالم میں گونجنے والی صدا پر کان [illegible] اور پھر دل کو ہر قسم کے بخار تعصب سے خالی کرکے تامل کرے کہ اس دعویٰ میں کسقدر شان دار قوت بھری ہوئی ہے۔ اور وہ دعویٰ کرنے والا کس قلبی اعتماد اور زلزلہ ڈالنے والی جرات سے مقابلہ کے میدان میں اپنے تئیں کھڑا کرتا ہے۔ یہ بالکل الگ بحث ہے کہ آیا ایسے زبردست دعوے کے شایاں و مناسب حال ایسا ہی درخشاں اور تسکین بخش ثبوت بھی پیش کیا گیا ہے۔ کم سے کم اتنا تو ہر عالم کتب مقدسہ کو غور کرنا چاہیئے کہ کسی الہامی کتاب میں اس قسم کے جلیل دعویٰ کی کوئی نظیر پائی جاتی ہے۔ رہا ثبوت دعویٰ وہ جدا مبحث ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے اور ہمارا دعویٰ بھی کورانہ نہیں بلکہ علیٰ البصیرۃ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ حقاً و صدقاً لانظیر ولا عدیل دعویٰ ہے اور پھر ہم اس بات کا دعویٰ کرنے سے بھی مطلق ہراساں و پشیمان نہیں کہ جیسے ہماری مقدس محفوظ و معصوم کتاب کا یہ دعویٰ اپنے لانے والے کی نسبت بے نظیر ہے ویسے ہی ہمارے سید و مولا رحمت عالم و عالمیان کی عملی زندگی آپ کی حیرت انگیز کارروائیاں بھی قاطع ثبوتوں اور سیری بخش حجتوں کے جرار لشکر کے صاعقہ لانظیر ولاسہیم ہیں۔ اس میں ذرا بھی کلام نہیں ہوسکتا کہ جس طرح قرآن کریم آنحضرت کے دعاوی نبوت نصرت و تائیدات الٰہیہ کے پُرزور بیانات سے بھرا ہوا ہے اُسی طرح آپ کے سچے واقعات زندگی۔ آپ کے بلاکم و کاست سوانح عمری جو احادیث کے دواوین میں مسطور ہیں اُن دعاوی کا ثبوت دینے کو ہر وقت طیار کھڑی ہیں۔ اور فی الحقیقت کون شخص اسبات سے انکار کرسکتا ہے سوائے ایسے شخص کے جس کی تاریخ عالم پر کبھی بھی نظر نہیں پڑی۔ کہ مصلحان عالم میں سے جنھیں تاریخ کے فقروں میں جگہ ملی ہے سوائے نبی عرب مصلح بنی نوع انسان کے صلعم کوئی بھی ایسا نبی اور مصلح ہوا ہے جس کے واقعات زندگی پر کچھ بھی یقینی روشنی پڑسکے۔ بنی اسرائیل کا وہ صاحب عزم نبی متکبر مصری کا سر توڑنیوالا بےمثل پہلوان جس کے قومی کارنامے اجمالی طور پر تورات سے ملتے ہیں کوئی دلیری اور قطعیت سے دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کے تمام واقعات زندگی جزواً و کلاً و کیفاً منضبط ہوگئے ہیں۔ تعجب اور نہایت تعجب کی بات ہے کہ اتنی بڑی قوم دُنیا میں باقی رہجائے جس کا یہ دعویٰ ہو کہ وہ اُس کی فوق الفوق تعظیم کرنیوالی ہے اور کوئی نہیں بتا سکتا کہ کبھی نہ تھکنے والا ابن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر اس دُنیا کی مرحلہ پیمائی سے تھک کر ہمیشہ کے لئے کہاں سویا وہ اُس ملعون اور مغضوب قوم ناشکر گذار کے افتراؤں اور بہتانوں کا ہدف عاجز اور مسکین ابن آدم جسے مادہ پرست نادان دوستوں نے بزور خدائی کی گدی بٹھانے کی کوشش کی حیرت پر حیرت ہے کہ کوئی بھی تین برس کے (اور وہ بھی شکی اور ظنی) واقعات زندگی کے سوا اُس کی ابتدائی کارروائی کا کچھ بھی بیّن ثبوت نہیں دیسکتا اعلیٰ مذاہب مصلحان سلف کی لائف خواہ وہ صادقین کے زمرہ سے مانی گئی ہوں خواہ کسی قوم نے اُنھیں کاذب کہا ہو بالکل دُھندلی اور تاریک ہے۔ یورپ کے بعض جن کی آنکھیں تعصب کے غبار سے کسی قدر صاف ہوئی ہیں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی سوانح عمری ہی ویسی ہے جسے منضبط اور مدون اور سچی تاریخ کہنا بالکل سچ اور حق ہے۔ باقی سب گذشتہ نبیوں اور ریفارمروں کی زندگی کے واقعات دیو و پری کے افسانوں کے ہمرنگ ہوگئے ہیں

KHILAFAT LIBRARY

غرض یہ دعویٰ کہ حضور مقدس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) الحق ہیں۔ یعنی عظیم الشان حق اور ہر قسم کے حق و صدق اور جمیع انواع و تعلیمات حقہ کا مجموعہ اور مظہر تام اور وہ وہ حق لیکر اور اُس حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں جو یہودیت میں باقی رہا تھا نہ عیسائیت میں۔ نہ صابئین اُس کے متکفل رہے تھے نہ زردشتی نہ ویدوں کے منتروں میں مسطور و مذکور تھا نہ پُرانوں میں یہ ایسا دعویٰ ہے کہ بالبداہت سننے والے کے دل میں ندرت پسندی اور تحقیق کا اشتعال پیدا کرنے کا قوی مادہ رکھتا ہے۔ اس دعویٰ الحق کی قدر و قیمت اُس وقت معلوم ہوتی ہے

جب ہم اُس ہمہ تن معجزہ اور سراسر عجوبہ انسان اور نادر روزگار آدم کو دیکھتے ہیں کہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ بڑی شان شوکت سے مدینہ طیبہ سے نکلا ہے اور نہایت ہی قلیل عرصہ میں بڑے باجلال فاتح کی صورت میں اُس مقدس سرزمین میں داخل ہوتا ہے جسکا اُسے بموجب اس صادق پیشگوئی کے ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد۔ ہر وقت اُمید آمیز انتظار لگا رہتا تھا اور بیت اللہ کے آستان پر کھڑے ہو کر کس زور اور کامیابی کے لہجہ میں اس آیتہ کو پڑھتا ہے جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ اور زھق الباطل پڑھتے وقت اُن مختلف معبودوں اور پرستش کے نشانوں کی طرف اشارہ فرماتا ہے جو مختلف اقوام کی اُمید وبیم کے مرجع و ماوی تھے کتب سیر کے جاننے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ جہاں مشرکان عرب کے مسلم معبودوں کے نمونے اُس بیت ایل میں تھے اس کے ساتھ یہودیوں و عیسائیوں وغیرہ اقوام کے مشرکانہ عقائد کے مظہر اور نمونے بھی وہاں موجود تھے سو الحق کی تشریف آوری کے ساتھ یہودیت اور عیسائیت و بُت پرستی کے منحوس اور ناپاک عقیدے اور مظاہر نہ صرف ہمیشہ کے لئے اُس پاک سرزمین ہی سے جلاوطن ہو گئے بلکہ اُس نور اللہ کے تجلی فرما ہونے پر تمام عالم کی آنکھوں میں اُن کی مہیب اور زشت صورتیں آشکار ہو گئیں

اور ایک عالم کے دل میں ان جہنمی زنجیروں اور دہکتی آگ سے خلاصی پانے کا مضطربانہ جوش پیدا ہو گیا۔ اور بموجب اس زبردست پیشگوئی کے وما یبدئ الباطل وما یعید یعنی اس الحق کے حریف و دشمن الباطل کو اس کے بعد پھر عود اور پہلا زور نصیب نہ ہوگا۔ ہم صاف صاف دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے نزول اور سید ولد آدم محمد مصطفےٰ صلعم کے مبعوث ہونے کے بعد پھر شرک کے اقسام کو خواہ وہ عیسیٰ پرستی کی صورت میں ہو خواہ وہ اگنی اور دیو کی پوجا کی شکل میں وہ قوت اور سطوت نصیب نہیں ہوئی جو اس سے پہلے تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے اس کا کوئی ایسا مسلمہ ادب اور جانستان دشمن پیدا نہیں ہوا تھا اور نہ کوئی ایسا علمی اور عملی آتش زبان دشمن نکلا تھا جو مختلف

KHILAFAT LIBRARY

پیرایوں میں اس کے عیوب اور نتائج کو دُنیا پر واضح کرتا۔ اور قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی امر کے خلاف کوئی جوش اور اشتعال پیدا ہو جائے اور وہ امر ہو بھی اپنی ذات میں بودا اور کمزور تو پھر اس کی وہ پہلے کی سی قوت اور جبروت باقی نہیں رہتی۔ اسلام نے جسقدر سر توڑ کوششیں اس ظلم عظیم اور شرک جسیم یعنی الوہیت مسیح کے ابطال میں ہر زمانہ کے اندر کی ہیں وہ ایسی بارآور سرسبز ہوئی ہیں کہ اس بات کا شہودی ثبوت دینے میں ہمیں کوئی بھی دقت معلوم نہیں ہوتی۔ اگرچہ انسان پرست نصرانی دُنیا نے بڑی جد وجہد سے اُس ناشدنی گردن زدنی عقیدہ کے ارد گرد گھاس پھوس کی ٹٹیاں کھڑی کر کے اُسے قلعبند اور متحصن بنایا۔ مگر بقول کارلائل صاحب کے اسلام کیا تھا ایک چنگاری تھی جو آسمان سے اُتری جس نے عرب کی زمین کو جو بارود کی طرح تھی آناً فاناً میں مشتعل کر دیا۔ ہم کہتے ہیں اصلاً و ذاتاً عرب کو اور تبعاً مشرکان عرب کے کل مثیلوں کے عقائد باطلہ کے خاروخس و جلا کر راکھ کر ڈالا وہ چنگاری جو اسلام کی باطل سوز آگ سے اُڑی آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کیسی عیسائیت کے قلب وجگر پر پڑی اور پورے بھروسہ سے اُمید کیجاتی ہے کہ انشاء اللہ عیسائی دُنیا میں بہت جلد مذہبی انقلاب واقع ہونیوالا ہے۔ الغرض اس ذوالجلال الحق کے ناقابل دفعہ حملوں کی زد سے بچنے کے لئے نہ صرف عیسائی بلکہ اُن کے حقیقی بھائی آریہ ورت کے زور بند ضعیف القلب

مفت! مفت!!!

میں نہایت خوشی سے نور کے خریداروں تک یہ مژدہ پہنچاتا ہوں کہ بفضل خدا آپکے پیارے نور کی اشاعت ایک ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ جن احباب اکرام نے نور کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا ہے عاجز اڈیٹر تہ دل سے اُن کا ممنون و شاکر ہے۔ مگر میں چین کی نیند اُسوقت سوؤنگا جب آپکے پیارے نور کی اشاعت چار ہزار تک پہنچ جائیگی۔ اگر ہر ایک خریدار ایک نیا خریدار پیدا کردے تو یہ سوال ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی طے ہو سکتا ہے۔

جو خریدار ۳۰۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء تک نور کا ایک خریدار پیدا کریگا نہایت خوشی کے ساتھ سو منگلا جو عمدہ کاغذ کے علاوہ اعلیٰ لکھائی چھپائی کے ساتھ ۱۸ × ۲۲ کے ۸۰ صفحہ کی کتاب ہے مفت نذر کیجائیگی۔

نور کے ناظرین کیا اب بھی اپنے پیارے "نور" کی کرنوں کو دور دور تک پہنچانے میں بخل کرینگے؟

اور علاوہ اس کے جن احباب اکرام نے اس سال میں نور کی توسیع اشاعت میں خصوصیت سے توجہ فرمائی ہے نہایت خوشی کے ساتھ ان کے اسمائے گرامی نور کی سالانہ رپورٹ میں جو یکم جنوری کو شائع ہو گی جلی حروف کے ساتھ نور کے معاونین اکرام کے کالمز میں لکھے جائینگے۔

عاجز محمد یوسف اڈیٹر نور

مادہ پرست ابناء دنیا بھی پکار اہے کہ وہ مشرک نہیں ہیں۔ اب ہر ایک خداترس منصف سوچکر دیکھے کہ اس حیرت انگیز کامیابی کی کوئی نظیر بھی دُنیا میں پائی جاتی ہے جو ذرالقوۃ الحق کو نصیب ہوئی درحقیقت ایک ہی مبارک اور مقدس کامل النسان ہوا ہے جس نے پُوری کامیابی کا تاج سر پر رکھا اور اپنے لگائے ہوے پودے کا اپنے جیتے ہی پھل بھی کھایا اور خوب سیر ہو کر کھایا۔ اور وہ الحق بشیر و نذیر۔ سراج و مُنیر محمد مصطفےٰ صلعم کی ذات پاک ہے۔ اے ہمارے خدا ہمیں اور ہمارے تمام احباب کو توفیق عنایت فرما کہ اس الحق کے اتباع کے رنگ میں رنگین ہو کر باطل کے مرحوم لشکر کے مقابلہ میں ثابت قدم اور مستقل ہو جائیں۔ آمین۔

KHILAFAT LIBRARY

شُدھی کا مسئلہ

اسوقت آریوں نے پرائسچت (کفارہ) پر بڑا زور دے رکھا ہے جسطرح ہندوستان کے چماروں کو پرائسچت کراکر اپنے شامل کر لیا ہے۔ اسیطرح لدھیانہ۔ کوٹلی۔ سیالکوٹ وغیرہ کے میگھوں کو بھی اُنھوں نے اپنے میں شامل کر لیا ہے۔ اور میگھ قوم شُودروں میں گنی جاتی ہے۔ جن کو ہندو سکھ وغیرہ اپنے کنوئیں سے پانی بھرنے نہیں دیتے۔ اُن کا پرائسچت گورمنتر سے کرایا گیا ہے اون کو یجبہ میں شامل کر لیا ہے۔ سندھیا وغیرہ عبادت بنادی گئی ہے۔ اسپر ہندو لوگ سخت معترض ہیں۔ اور کیوں نہوں جن کے ہاتھ کا چُھوا ناپاک جانتے تھے۔ جنکو پتے پر پانی پلاتے تھے اب اُن کے ساتھ شامل رہنا اور کھانا پینا پڑتا ہے ❊

مسافر کے ایڈیٹر کے لیکچر مختلف مقامات پر ہوتے رہے۔ لیکن بے سود اثر پذیر نہیں ہوتے (وجہ اول) ہندوؤں کا سوال ہے کہ تم میگھوں کو شامل کرنا ویدوں سے ثابت کرو۔ اور آریوں کے لیکچرار وید بہت کم جانتے ہیں زبانی جمع خرچ رکھتے ہیں ہم نے جہانتک تلاش کیا کسی آریہ سے اس باب میں وید کا کوئی حکم نہیں پایا۔ تم اہل اسلام یا عیسائیوں وغیرہ وغیرہ قوموں اور چماروں میگھوں وغیرہ ہندیوں کو گورمنتر پڑھاؤ۔ جنیؤ پہناؤ پھر جب صریح حکم کوئی نہیں پایا جاتا تو آریوں کا یہ پرائسچت ویدسے نہ رہا۔ بیشک ہندوؤں میں حشر بپا کنندہ ہے کہ ویدسے نہیں۔

ہندو لوگ منوسمرتی وغیرہ پیش کرتے ہیں کہ اس میں صاف لکھا ہے کہ چوہڑے چمار وغیرہ شودر کو وید نہ پڑھانا نہ سُنانا۔ اگر وہ پڑھیں یا سُنیں تو اُن کے کانوں میں سیسہ پلوانا اور زبان کٹوالینا چاہیئے۔ وغیرہ۔ دیکھو منو باب ۸۔ شلوک ۲۰ و ۲۱۔

اب اس بنا پر ہندوؤں کے ثبوت مسلم ہیں اُن کے توڑنے کے واسطے وید کے مول منتروں سے ایسی دلیلیں پیش کرنا چاہئیں کہ جس میں بالتوضیح موجود ہو کہ تم شودروں کو جنیئو کراؤ سندھیا پڑھواؤ گورمنتر سکھاؤ۔

پنڈت دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں عقلی دلیل کے یہ منتر پیش کیا ہے کہ یتھے مام واچم کلیا نماما ودانی جنیبھ۔ برھم راجنیا۔ بھیام شودرائے چارپائے ح سوائے چارنائے۔ یجر باب ۲۶۔ منتر ۲۔ اور اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ پرمیشور کہتا ہے کہ جس طرح میں سب انسانوں کے لئے اس کلیان یعنی اس جہان کے اور نجات کے سُکھ دینے والے رگوید وغیرہ چار ویدوں کے کلام کی ہدایت کرتا ہوں اسی طرح تم بھی کرو۔ لیکن یہ بھی قابل اطمینان نہیں وجہ اعلےٰ اول یہ کہ اس میں چار ویدوں کا نام نہیں۔ پنڈت دیانند کا مغالطہ ہے۔ (۲) یہ کہ کلام پرمیشور کا نہیں لوگاکشی ہاشی کا ہے۔ (۳) یہ کہ قدیم نہیں بلکہ اس زمانہ کا ہے کہ برہمن راجپوت وغیرہ چار ذاتیں قائم ہو چکی تھیں (۴) اس میں سے بوے تحدی نکلتی ہے۔ اس لئے یہ منتر کسی ایسے مقابلہ پر بولا گیا معلوم ہوتا ہے کہ سامعین اس کے نظائر پیش کرنے سے قاصر ہیں (۵) اس میں ایہام اشارہ قریبی ہے جس کا مشارٌالیہ واچم مذکور موصوف ہے۔ اور کلیانم اس کی صفت ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ یہاں تحسین صوت یا تجوید کلام میں گفتگو ہے۔ مطلب یہ کہ رشی کہتا ہے کہ جیسے میں اس لفظ کو سب کے سامنے عمدہ نکالتا ہوں ویسے تم بھی تو نکالو۔ یا کوئی بول کر تو دکھائے۔ سو یہ دعویٰ و تحدی ہے نہ اس بات کا حکم کہ تم شودروں کو جنیئو پہناؤ۔ گورمنتر سکھاؤ اور پرائسچت کرا کے سب کو آریہ بنالو۔ یا سب کو وید پڑھاؤ (۶) آریہ اپنا قدیم ہونا ثابت کرتے ہیں۔ بالفرض یہ خدا کا کلام ہے تو شودر پرشودر بھی قدیم ہیں۔ جدید نہیں ہو سکتے۔ گیا اُن کا قومی اسم بھی اس منتر میں آریوں کے ساتھ شامل و موجود ہے۔ اور پرمیشور نے سب کو ایک ساتھ ہی چار وید بقول دیانند سنائے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ گورمنتر کرانے سے چمار چمار ہی رہیگا۔ اور میگھ میگھ ہی کہائیگا برہمن یا آریہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ منتر میں سب کو الگ الگ گنا ہے۔ ویسے ہی اب بھی سبکو الگ رہنا چاہیئے۔ اور ہم اسی منتر سے دلیل پکڑتے ہیں کہ یہ سونار۔ لوہار۔ جاٹ گوجر وغیرہ مری کھری قومیں جنیؤ پہن پہن اپنے من میں خوش ہو رہے ہیں کہ ہم اب شودر جاتی سے نکل گئے۔ آریہ بن گئے ہیں۔ وہ آریہ نہیں بنے جو تھے اب بھی وہی ہیں۔ ہاں دیانندجی کا داؤ

چل گیا کہ ان پڑھ لوگ اُن کے شامل حال ہوگئے۔ اور آریہ قوم ملک میں نظر آنے لگی (۷) خیر سے یہ کلام ناقص ہے۔ جہاں مشبہ بہ ہوتا ہے وہاں مشبہ بھی ضرور ہوتا ہے۔ اگر نہو تو کلام ناقص رہیگا۔ اس منتر کے شروع میں یتھا حرف تشبیہ موجود ہے اور ایمام واچم الخ جملہ مشبہ بہ ہے جملہ مشبہ کا اس میں پتا نہیں۔ یتھا کے معنی ہیں جیسا اس لئے اس کے واسطے تتھا چاہیئے۔ جس کے معنی ایسا دیسا ہیں۔ سو یتھا والا جملہ یہاں موجود ہے۔ تتھا والا (تتھا سمیت تمام ندارد معنے یہ کہ (یتھا) سب جنوں میں (برہم راجنیہ بھیام) برہمن اور رجپوت دو کے لئے۔ (رچ) اور (ارناے) (آریائے) آریوں کے لئے (رچ) اور (سوائے) خدمت گار کے لئے (رچ) اور (ارنائے) جنگل میں رہنے والے کے لئے۔ کلام بے ربط اور مطلب خبط ہونے کے سبب ان لفظوں سے کوئی بات ہی نہیں قرار پاتی ہاں اگر تتھا والا جملہ کھویا نہ جاتا تو کوئی بات بنجاتی۔ افسوس کہ وہ کھویا گیا اور سلک تحریر میں نہیں آیا۔ اب اپنی جوانمردی سے کوئی جملہ لگا کر نیئے معنے لگا لینا ہر شخص کا حصہ ہے اور اپنے خیال کے موافق ہر شخص لگا سکتا ہے۔ پنڈت دیانند کو کوئی خاص حق حاصل نہیں ہے۔ اور نہ ہمیں وید نے اسپر مجبور کیا ہے کہ تم دیانند کے ہی معنی سمجھو۔ اگر آریوں کے دماغ میں یہی سمایا ہی تو شوق سے اس منتر کو پیش کریں جس سے دیانند جی کا اتباع فرض ثابت ہو۔ دیانند جی ستیارتھ پرکاش میں اسی منتر کے ضمن میں

کو پڑھانے دھرم سکھانے کی سخت ممانعت ہے اور پنڈت دیانند نے اخفا کیا اور چھپایا اور محض تاویل کرکے ایک مبہم فقرہ وید ریتھے نام) سے اپنا اڑنگہ جمایا۔ اُلٹا نقشہ دکھایا۔ بیشک شودروں کو تعلیم نہ دینا چاہیئے۔ اور چمار و مسگہر وغیرہ کو دھرم سکھا کر خود نرک میں جاتا ہے۔ جیسا کہ منو نے کہا ہے۔ دیکھو منو باب ۴ شلوک ۸۱ و ۹۹

خود لکھتے ہیں کہ جہاں کی ممانعت کی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ جس کو پڑھنے پڑھانے سے کچھ بھی نہ آوے۔ وہ بے عقل اور جاہل ہونے سے شودر کہاتا ہے۔ اس کا پڑھنا پڑھانا رائیگاں ہے۔ (اسے مت پڑھاؤ) لیکن یہ پنڈت جی کا من گھڑت خیال اور غلط گمان ہے اس لئے پنڈت جی نے ممانعت کے منتر چھپا لئے۔ پس اس سے بالتصریح ثابت ہی کہ وید میں شودروں

الحاصل اس منتر سے آریوں کا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ اور ہم ہندوؤں کی حالت پر افسوس کرتے ہیں کہ بالکل آرام طلب ہوگئے۔ طبیعت پر زور دیکر ویدوں میں وہ منتر نکال کر پیش نہیں کرتے جن میں صریحاً ممانعت وارد ہے اور خالی بھائیں کرتے ہیں۔

گو منتر کرنے سے اگر شدھی ہوسکتی ہے تو پنڈت دیانند جی نے توبہ پر جو اعتراض کیا وہ ہوا ہوگیا کیونکہ توبہ بھی تو گو منتر ہی ہے۔ بالفرض اگر گناہ دور نہیں ہوتے تو پھر شدھ شدہ کیا ہوا اور یہ شدھی کس کام کی جب بات جوں کی توں رہی تو مذہب بدلنے کا کیا پھل ۔

ضروری اطلاع

شروع اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء کو نور کے جن معاونین کرام کا چندہ اخبار ختم ہوگا ان کی خدمت میں سال آئندہ کا چندہ وصول کرنے کیغرض سے یکم دسمبر کا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا جائیگا بذریعہ خط اس امر کی علیحدہ اطلاع نہیں دی جائیگی اور جس صاحب کی طرف سے ممانعت کی تحریر نہ آئے سمجھ لیا جائیگا کہ وہ وی پی روانہ کرنے کی بونا فائیڈ اجازت مرحمت فرماتے ہیں یقین ہے تمام مخلص معاونین وی پی وصول فرما کر اپنے کارخانہ کو شکر گذاری کا موقعہ دینگے۔ اور اسی پر اکتفا نہ کرکے نور کی توسیع اشاعت میں پہلے سے زیادہ مربیانہ سعی فرما کر اس کی کرنوں کو دور تک پھیلا کر عنداللہ ماجور ہونگے۔ اس لئے کہ شروع سال کے موقعہ پر احباب و اعزہ کو خریداری کی تحریک کرنا نسبتاً زیادہ موثر ہوتا ہے۔

یہ قومی اخبار جس خلوص قلب و صدق نیت سے پیارے اسلام کی بجا آوری خدمت میں مصروف ہے وہ ناظرین سے مخفی نہیں اس لئے اپنی ترقی اشاعت کے لئے اس کی تمام اُمیدیں ہمدردان قوم ہی کی نظر کیمیا اثر سے وابستہ ہیں بلا اشتبہ ایک ایسی اخبار کی معاونت اور اس کی ترقی میں سعی کرنا گویا ایک قومی فرض سے سبکدوش ہونا اور اپنی مدد آپ کرنے کے مصداق ہے۔

KHILAFAT LIBRARY

والسلام

بندہ محمد یوسف عفی اللہ عنہ مالک و ایڈیٹر "نور" قادیان شریف

فتوحات اسلامیہ کے اسباب

ایران و روم کی وسیع الحدود اور مستحکم سلطنتوں کے فتح کرنے اور اُن کے عالیجاہ فرمانرواؤں کسریٰ و قیصر کے مغلوب کرنے سے عربوں کو جو عظیم الشان کامیابی ہوئی اور اسلامی حکومت کا پھریرا مشرق سے مغرب تک لہرانے لگا مورخین نے اس کے اسباب پر بڑی طولانی بحثیں کی ہیں۔ کیونکہ ان دنوں یہ دونوں مملکتیں روئے زمین کی نامور سلطنتوں میں شمار ہوتی تھیں۔ اور اُن کے فرمانروا اولوالعزمی و کشورکشائی میں شہرہ آفاق تھے۔ ان کے پاس عمدہ قسم کا سامان بیشمار آزمودہ سپاہی بڑے بڑے مستحکم قلعے اور مال و دولت کے بھرے ہوئے خزانہ موجود تھے ان کے مقابلہ میں اہل

KHILAFAT LIBRARY

عرب قلیل التعداد اور فنون جنگ سے ناواقف تھے نہ ان کے پاس عمدہ قسم کا سامان جنگ تھا اور نہ ان چیزوں کے بہم پہنچانے میں مال و دولت مساعد تھی جن ملکوں پر انھوں نے حملہ کیا اُن کے حالات سے بھی ان کو واقفیت نہ تھی اور نہ ان کا وہاں پر کوئی مددگار تھا۔ اور سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ بات ہے کہ ان دونوں سلطنتوں کے فتح کرنے میں انھیں دس پندرہ برس سے زیادہ وقت خرچ کرنا نہیں پڑا۔ اب سوال یہ ہے کہ انھیں یہ کامیابی کیونکر حاصل ہوئی

یورپین مورخوں نے عربوں کی اس کامیابی کا بڑا سبب ایران اور روم کا وہ ضعف قرار دیا ہے جو ظہور اسلام سے تھوڑے دنوں پیشتر باہمی لڑائیوں کے باعث اس میں پیدا ہوگیا تھا۔ ایرانی امراء کی اندرونی سازشوں اور رومی عیسائیوں کے مذہبی اختلافات سے جو برہمی نظام سلطنت میں واقع ہوئی اس کو اس ضعف کی مزید ترقی کا باعث بیان کیا ہے اگرچہ ان واقعات کی اصلیت سے انکار نہیں ہوسکتا اور ان کی تاثیر بھی ایک حد تک ماننے کے لائق ہے۔ مگر ان کا جو اثر ہوسکتا تھا وہ صرف اسقدر تھا کہ یہ سلطنتیں کسی طاقتور سلطنت کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ جائیں نہ یہ کہ عرب کے صحرانشینوں کی مدافعت بھی ان کی نظروں میں کچھ اہمیت رکھتی ہو۔ جو لباس۔ خوراک فوجی جمعیت سامان جنگ اور مال و دولت میں ان کے سامنے ناچیز ہوں اور ابھی تھوڑے دنوں پہلے ان کی عظمت کو مانتے اور اُن کی ہیبت سے متاثر ہوتے ہوں۔

عربوں کی تاریخ پڑھنے اور اُن کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدو اسلام میں ایرانیوں اور رومیوں کے مقابلہ پر جو چیز عربوں کی جرأت کا باعث ہوئی اور جس نے کامیابی کا سہرا اُن کے سروں پر باندھا وہ دراصل اسلامی اتحاد کی برقی طاقت تھی۔ اس طاقت نے عربوں کی پہلی حالت بدلکر ان میں نئی روح پھونکدی۔ ان کے متفرق قبیلوں کی ایک متحد جماعت بنادی۔ مواخات اسلامی کے روابط سے ایک جان ہزار قالب کا مصداق ان کو کر دکھایا۔ اور یہ عقیدہ ان کی استقامت کا باعث ہوا کہ وہ دُنیا کو اعلائے کلمۃ اللہ کے واسطے فتح کرتے ہیں جو ان سے مرجائے وہ شہید ہے۔ اور عقبیٰ میں اس کے واسطے لازوال نعمتیں موجود ہیں۔ یہی زبردست عقیدہ تھا جو اس دشوار گذار مرحلے کے طے کرنے میں عربوں کی جرات کا باعث ہوا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اسلام سے پیشتر عربوں کو ایسی کامیابی حاصل کرنے کی جرات تک نہوئی۔ بات یہ ہے کہ جب توفیق الٰہی کسی کام میں انسان کی مددگار ہو تو کامیابی کی اُمید پر جان و مال کو خطرہ میں ڈالنا اُس کے لئے بہت آسان ہوجاتا ہے۔ اتحاد کا مسئلہ جو سب سے اہم تھا اس کی بُنیاد رسول کریمؐ نے ہجرت کے پہلے سال مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں باہمی مواخات سے قائم کی۔ دونوں فریق کے یکجائی قیام سے بُعد نسل اور اُن کے میل ملاپ سے آبائی تفاخر زائل ہوگیا تھا۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت سے یہ روابط مستحکم ہوگئے تھے۔ خلفائے راشدین اور اُن کے امراء باہمی اتحاد کے فوائد بیان کرتے اور زمانہ جاہلیت میں آپس کے تفرقہ سے۔ جو نقصان ان کے آباؤ اجداد کو پہنچے تھے ان کو یاد دلاکر عصبیت کے ترک کرنے اور یکزبان ہونے پر توجہ دلاتے تھے ان امور سے سررشتہ اتحاد کے استحکام اور فرمانبرداری کا جو سبق حاصل ہوتا ہے اُس کے فوائد مخفی نہیں۔

صدق عقیدت اور خلوص نیت کی نسبت عربوں کا یہ دعوٰی کہ وہ کچھ کر رہے ہیں صرف عقبیٰ کے واسطے کرتے ہیں۔ اس میں دنیاوی اغراض کا کچھ دخل نہیں ان کے تمام اقوال و افعال سے مختلف لڑائیوں کے دوران میں ظاہر ہوتا تھا چنانچہ مغیرہ بن شعبہ نے جو تقریر قادسیہ کے میدان جنگ میں ایران کے سپہ سالار رستم سے کی تھی وہ اس کی پوری موئد ہے۔ رستم نے کہا جو کچھ تم مانگتے ہو اسی میں تم مرجاوگے؟! مغیرہ نے جواب دیا نہیں ہم میں سے جو مریگا وہ بہشت میں جائیگا اور جو تم سے مریگا وہ دوزخ میں جو ہم سے بچ رہا وہ تمھارے پسماندوں پر غالب ہوگا۔" اسی قسم کی وہ تقریر تھی جو محاربات مصر میں عبادہ بن صامت اور مقوقس کے درمیان ہوئی تھی۔ مقوقس نے رومیوں کی جمیعت سے ڈراکر کہا کہ عرب کبھی اسپر غالب نہیں آسکیں گے۔ عبادہ نے جواب دیا کہ تم اور تمھارے ساتھی اس جمعیت پر نازاں بہو رومیوں کی قوت اور کثرۃ تعداد سے جو تم ہمیں ڈراتے ہو اور تمھارا جو خیال ہے کہ ہم اُن پر کبھی غالب نہو سکینگے تو یہ سمجھ لو کہ ہمیں اُن کی جمعیت کا کچھ ڈر نہیں اور نہ اس سے ہمیں کوئی شکستگی خاطر ہو سکتی ہے۔ اگر فی الحقیقت ایسا ہی معاملہ ہے جو تم بیان کرتے ہو تو ہم قسم بخدا یہ امر ہمیں ان کے ساتھ جنگ کرنے پر اور بھی ترغیب و تحریص دلاتا ہے۔ اگر ہم مارے گئے تو ہمارا عذر خدا کے حضور میں بہت زیادہ قابل قبول ہوگا اور ہمیں خدا کی خوشنودی اور بہشت حاصل اور اس حالت میں دو نیکیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور حاصل رہیگی۔ اگر تم پر فتح پائی تو ہمیں دُنیا کا مال حاصل ہوگا اور اگر تم غالب ہوئے تو ہمیں عقبیٰ کی بہتری نصیب ہوگی۔ غرض کوشش کے بعد ان دونوں میں سے جو حاصل ہو وہ ہمارے لئے بہت پسندیدہ ہے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی ایسا

KHILAFAT LIBRARY

نہیں جو صبح شام یہ دعا نہ مانگتا ہو کہ اللہ اس کو شہادت نصیب کرے - اور اس کو اپنے گاؤں اور وطن اور اہل و عیال کی طرف واپس نہ لیجائے ہم میں سے کسیکو پسماندہ چیزوں کا خیال نہیں - ہم نے اہل و عیال کو خدا کے سپرد کیا ہے - ہمیں جو فکر ہے وہ صرف آئندہ کا ہے - تمہارا جو خیال معاش کی تنگی اور عسیر الحال کی نسبت ہے تو ہم بلا شبہ اچھی حالت میں ہیں - اگر ہمیں دنیا کی کل دولت ملجائے تو پھر بھی ہمیں اپنی ذات کے لئے اس سے زیادہ کچھ مطلوب نہوگا جو اس وقت ہمارے پاس ہے -

اسلامی تاریخ میں اس قسم کی بہت شہادتیں موجود ہیں اور ایسا ہی ہوا ہے کہ ہر ایک مسلمان نے اپنے مشرک باپ اور بھائی سے جنگ کی اور مذہبی حمایت کے مقابلہ میں نسبی رشتہ کی کچھ پرواہ نہ کی - اس خیال کی تائید دیگر مذاہب سے بھی ہوتی ہے کہ جو شخص دینی کام کیواسطے کوئی خطرہ برداشت کرے تو وہ ہلاک نہیں سمجھا جائیگا -

شام - عراق اور مصر کی سرسبزی اور کثرت پیداوار بھی عربوں کو ان ملکوں پر حملہ کرنیکا باعث ہوئی تھی - خصوصًا اس وجہ سے کہ انکا اپنا ملک ریگستان و بیابان تھا - اور دینی تحریک کے بعد عرب کا میدان ان کی ضروریات اور بلند حوصلگی کے واسطے ناکافی تھا - اس تمہید کے بعد ہمیں ان امور کی تفصیل لکھنی مناسب معلوم ہوتی ہے جو ملکی فتوحات میں عربوں کے معاون ہوئے -

چستی اور سبکساری

عرب لوگ صحرا نشین تھے - اور تکلیف برداشت کرنے کے عادی ہو رہے تھے - بھوک پیاس کی انھیں کچھ پرواہ نہ تھی - جب کوئی شخص لڑائی پر جاتا ایسا سامان ہمراہ نہیں لیجاتا جو اس کے یا اس کی سواری کے لئے بوجھ ہو - کھانا لیجانے کی بھی اسکو ضرورت نہوتی تھی - راستہ میں جو کچھ ہاتھ آجاتا اسی پر گذارہ کر لیتا تھا - ان کی کامیابی میں اونٹ بہت بڑی تعریف کا مستحق ہے وہ عربوں کے واسطے فائدہ مند تھا - جیسے گھوڑے چوپائے چھکڑے رومیوں کے کارآمد ہوتے تھے عرب اونٹ پر سوار ہوتے اور اپنا اسباب بھی لاد لیتے تھے - اسی کے دودھ سے گذارہ کرتے اور دھوپ کے وقت اس کے سایہ میں آرام کر لیتے تھے - جب کے پیٹ بھرنے کو جنگل کی ہری سوکھی گھاس کافی ہوتی جو کئی روز تک بھوک پیاس کی برداشت کر لیتا لیکن رومیوں کی حالت اس کے برعکس تھی وہ سامان اور کھانے پینے کے ذخیروں کے بغیر میدان جنگ میں نہیں جاسکتے تھے جن کی باربرداری کے واسطے چھکڑے چوپائے اور ان کا چارہ درکار ہوتا تھا -

ہمیں یہ واقعات انگریزوں کے حملے دریائے نیل سے بخوبی یاد آجاتے ہیں جو انھوں نے سوڈانی عربوں پر گارڈن پاشا کو خرطوم سے چھڑانے کے واسطے ۱۸۸۴ء میں کیا تھا اس موقعہ پر انگریزی فوج آگے قدم نہیں بڑھا سکتی تھی جب تک - بسکٹ - ولائتی گوشت شکر چاء - کافی - خیمے - دیگچے سامان اور گھوڑوں کا دانہ گھاس اس کے ہمراہ نہوتا جس کے لئے بہت سی باربرداری درکار ہوتی تھی - اس مہم میں امدادی فوج کے کل پندرہ سو آدمی تھے مگر ان کے ساتھ چار ہزار اونٹ شتربان اور شاگرد پیشہ بھی تھے جو اس فوج کی زیرباری کے باعث تھے - لیکن ایک سوڈانی کو سوکھی جوار کا ایک تھیلا ان سب چیزوں سے بے پرواہ کر دیتا جسکو وہ بغل میں دبا کر روانہ ہو لیتا تھا -

قضا و قدر پر اعتماد

عربوں کے دلوں میں یہ عقیدہ بہت پختگی سے جما ہوا تھا کہ انسان وقت مقررہ سے پہلے نہیں مرتا - اگرچہ تلواروں کی چمک کے نیچے ہو - مگر جب اس کی اجل (وقت مقررہ) آجاوے تو پھر موت سے اسی کسیطرح مخلصی نہیں - اگرچہ بستر پر لیٹا ہوا ہو - اور یہی اعتقاد مشہور لڑائیوں میں مسلمانوں کی اظہار شجاعت کا باعث ہوا -

تیر اندازی اور سواری کی مہارت

یہ لوگ تیراندازی اور سواری میں ایرانیوں اور رومیوں کی نسبت زیادہ ماہر تھے - ان کے گھوڑے بھی ان دونوں کی سلطنتوں کے مقابلہ میں زیادہ عمدہ نسل کے تھے - ان کی بیشتر لڑائیاں ایک آدمی کے باہمی مقابلہ پر منحصر ہوتی تھیں - جس کا ان دنوں میں رواج تھا ہر فریق اپنی فوج سے ایک ایک سوار منتخب کرتا اور یہ دونوں میدان جنگ میں جاکر لڑتے تھے - ان میں سے جو غالب ہوتا تھا اس کا فریق جیت جاتا تھا - عرب لوگ ایسی ہاتھوں ہاتھ لڑائی میں اکثر غالب رہتے تھے - اور ان کی فتحیابی عمومًا یا تو اس قسم کے مقابلہ میں غالب رہنے پر ہوتی تھی یا تیراندازی پر جبکہ فریق مخالف کا سپہ سالار کاری زخم لگنے سے بیکار ہوجاتا اور اس سے اس کی فوج میں بھگدڑ پڑ جاتی ؛

شروع اسلام میں فتحمند بہادروں کا کثرت سے موجود ہونا

ابتداء اسلام میں عرب کے اندر ایسے ممتاز بہادر موجود تھے جیسے نپولین بوناپارٹ کے عہد میں جس کے ہم پلہ لوگ فرانس میں پھر کبھی پیدا نہیں ہوئے - ان بہادروں کا ملک فرانس کی مشہور بغاوت کے بعد جمع ہونا عرب کے ان بہادروں سے بہت کچھ مشابہت رکھتا تھا

KHILAFAT LIBRARY

جو ابتدائے اسلام میں اصحاب الفیل کے واقعہ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ جس سے حبشیوں نے کعبہ پر چڑھائی کر کے باشندگان عرب میں ہل چل برپا کر دی اور اس دھمکی سے اُن کی مخفی قوتوں کو ظاہر کیا تھا۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ اس قسم کے حوادث عظیمہ کے بعد عموماً ایک تحریک پیدا ہوتی ہے جس سے قوم کی خوبیاں اور قوتیں نمودار ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کی تقدیر میں کامیابی لکھی ہوئی تھی۔ پس اُن کو دُنیا کے ایسے برگزیدہ اشخاص سے خصوصیت عطا کی جو میدان جنگ۔ تدبیر۔ ملکداری۔ زیرکی اور دانشمندی میں مشہور خلائق تھے۔ ان میں سے خالد بن سعید۔ ابو عبیدہ جراح۔ سعد بن ابی وقاص۔ یزید بن ابی سفیان۔ حمزہ بن عبد المطلب اور علی بن ابی طالب بہادری اور سپہ سالاری میں نامور تھے۔ عمرو ابن عاص۔ معاویہ بن ابی سفیان مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابیہ کو فرزانگی اور تدبیر مُلکی میں شہرت تھی۔ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ دُور اندیشی۔ پرہیزگاری۔ اور اولو العزمی میں مشہور تھے۔

ایسے لوگوں کا اسلام میں ظاہر ہونا اسلام کے جلد کامیاب ہونے کے اسباب عظیمہ میں سے تھا اور اس امر کو مسلمان بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ یہانتک کہ خود رسول کریم نے ابتدائے ظہور دعوت اسلام میں ایک مرتبہ حضرت حمزہ اور ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے اسلام کے واسطے جناب الٰہی میں اس طرح دُعا کی:-

اللّٰھم ایّد الاسلام بحمزۃ ابن عبد المطلب اللّٰھم ایّد الاسلام بعمر ابن الخطاب و بابی الحکم ابن ہشام۔ جب حضرت حمزہؓ اور عمرؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے تو آپ نے فرمایا قد تایّد الاسلام بحمزۃ و عمر حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ عمرو ابن عاص معاویہ ابن ابی سفیان اور خالد بن ولید۔ اس جاہ و جلال کے لوگ تھے کہ اگر اس زمانہ میں پیدا ہوتے تو دنیا کے ان بینظیر اور عظیم الشان اشخاص میں شمار کئے جاتے جن کی عظمت اور جلالت کو تہذیب یافتہ دُنیا بطور ضرب المثل کے بیان کرتی۔ جیسے یورپ میں بوناپارٹ۔ کرامویل۔ پرنس بسمارک اور گلیڈاسٹون کی ناموری اور شہرت زبانزد خلائق ہے بنی اُمیہ اور بنی عباس کی سلطنتوں میں جو اولو العزم مسلمان پیدا ہوئے انہیں کون نہیں جانتا۔

صبر اور بردباری

جنگ مُوتہ میں جو نقصان مسلمانوں کو ہُوا عرب اُس سے سمجھ گئے تھے کہ رومیوں کی قوت اور کثرت کا کیا اندازہ ہے۔ اور اُنھیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ رومیوں کا مقابلہ عرب کے صحرانشینوں کی لڑائی سے بالکل جداگانہ ہے۔ اُنھوں نے یہ حالات معلوم کرنے کے بعد صبر اور بُردباری پر اپنی لڑائیوں کا مدار رکھا اور سچ یہ ہے کہ عربوں کی خورونوش کی عادات کے لحاظ سے جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں اُن کے لئے صبر نہایت آسان کام تھا۔ جب اُن کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہتا تو لوٹ مار کو آمادہ ہو جاتے۔ چوپائے اور غلہ وغیرہ جو کچھ ملجاتا اسپر گذارہ کر لیتے تھے۔ چنانچہ شام اور عراق پر ان کے حملے فتح کی نسبت لوٹ مار سے زیادہ مشابہ تھے۔ بلکہ اکثر فتوحات میں ان کا یہی قاعدہ تھا کہ جس شہر کو فتح کرنا چاہتے اس کی طرف اپنی ایک جماعت لوٹ مار کی غرض سے روانہ کر دیتے اور بظاہر اس کی فتح کے خواہاں نہیں ہوتے۔ تھے۔ شہر کے گرد منڈلاتے پھرتے تھے ان سے لڑتے اور غارتگری بھی کرتے یہانتک کہ انجام کار اُنھیں فتح کرنیکا موقعہ ملجاتا۔ اور وہ اُس کو غنیمت سمجھتے تھے۔ یہی عمل ان کا اکثر فتوحات آئندہ اسلام اور زمانہ بعد میں رہا۔ موسیٰ بن نصیر نے ۹۲ھ / ۷۱۱ء میں جب طارق بن زیاد کو سواحل ہسپانیہ پر بھیجا تو اُسے غازی کے طور پر بھیجا تھا۔ نہ کہ فاتح بنا کر لیکن اتفاق سے ایسے اسباب پیش آگئے جو فتح میں اس کے معاون ہوئے جیسے عربوں کو شام کے فتوحات میں مساعد ہوئے تھے طارق کے اندلس پہنچنے کی خبر جب موسیٰ کو ملی تو نہایت متعجب ہوا اور یہ امر بھی اُس کو ناگوار گذرا کہ میں ہی اس ملک کا فاتح کیوں نہوا اور اسی خیال سے طارق کو وہاں رُک جانے کی اطلاع بھیجی۔ اس سے پیشتر افریقہ اور اس کے ممالک متصلہ اسی طریق سے عربوں نے فتح کئے تھے۔

قومی محبت

ابتداء اسلام نے عرب ہی میں تحریک پیدا کی تھی۔ اور اُس وقت کے مسلمان کُلہم عرب تھے یہانتک کہ دونوں لفظ بطور مرادف کے مستعمل ہونے لگے لفظ عرب سے مُسلمان اور مُسلمان سے عرب مراد ہوتی تھی۔ عرب لوگ قبول اسلام کے واسطے اوروں کی نسبت زیادہ قریب تھے اور اسی وجہ سے اُن کو اور لوگوں پر اسلامی فخر کی خصوصیت حاصل ہو گئی تھی۔ یہ امر خلائق کے ذہنوں میں اُس وقت زیادہ جم گیا جب کہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے سوا باقی سب کو ملک عرب سے نکالنے کا حکم جاری کیا۔ غیر مسلم عرب سے نکل گئے اور عرب کے کل باشندے مسلمان رہ گئے۔ اور اب تک بھی وہاں مسلمانوں ہی کی آبادی ہے۔

مُسلمانوں نے شام اور عراق کے شہروں پر براہ راست فوجکشی نہیں کی۔ بلکہ ایک عرصہ دراز تک ان دونوں صوبوں کے گرد و نواح میں جو

صحرا کے متصل تھا لڑائی اور غارتگری کرتے رہے۔ اس صحرا کے باشندے بھی ان کی طرح عرب تھے جن میں سے بنی غسان سرحد شام کے موضع بصری میں رہتے اور قیصر روم کی طرف سے گورنر تھے۔ اور بنی منذر سرحد عراق کے موضع حیرہ میں سکونت پذیر اور کسرائے ایران کی طرف سے عامل تھے ان عربوں کو رومیوں اور ایرانیوں سے محبت تھی بلکہ وہ بامر مجبوری ان دونوں سلطنتوں کی اطاعت کرتے تھے۔ خصوصًا مناذرہ اور ایرانیوں میں تو نعمان بن منذر کے قتل ہونے کے بعد سخت عداوت ہو گئی تھی۔ خسرو پرویز نے اس کو قتل کرایا تھا اور اس وجہ سے عربوں اور ایرانیوں میں ایک بڑا معرکہ ہوا جو حرب ذوقار کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اور یہی وہ بڑا معرکہ ہے جس میں عربوں نے عجمیوں سے اپنا بدلہ لیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس سنہ میں یہ لڑائی ہوئی اسی سنہ میں جنگ بدر ہوا تھا۔ اور عربوں کو ان دنوں میں کامیابی ہوئی تھی۔

مناذرہ اور ایرانیوں کے مابین یہ عداوت برابر جاری تھی کہ مسلمان ان کی سرزمین میں آ پہنچے اور خالد بن ولید نے اسلام جزیہ تلوار تین چیزیں پیش کر کے کہا یا مسلمان ہو جاؤ۔ یا جزیہ دینا قبول کرو نہیں تو تلوار فیصلہ کریگی۔ انھوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ اور خالد بن ولید نے اس معاہدہ پر صلح کر لی کہ سال بسال ایک رقم معینہ ادا کرتے رہینگے۔ یہی صورت بصرہ اور شام کے گرد و نواح کے نصرانی عربوں اور نیز شام و عراق کے اُن شہروں میں جو صحرا کے حدود پر مثل عین التمر اور دومۃ الجندل کے واقعہ ہیں عمل میں آئی تھی۔ انہی مقامات میں کندہ اور ایاد کی قومیں رہتی تھیں۔ بنی کلب اور دیگر قبائل جن کے ساتھ خالد بن ولید عراق سے شام کو آتا ہوا لڑا تھا

اُن کا چشمہ قراقر بھی اسی جگہ تھا۔ ان وجوہات کے باعث عرب لوگ دیگر قوموں کی نسبت اسلام کی مدد کرنے میں زیادہ اقرب تھے۔ اور کسیقدر ایسے وجوہات بھی تھے جو ہر ایک قبیلہ کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے۔ جیسے یمنی عربوں کو ایرانیوں سے ایک خاص قسم کا کینہ تھا جبکہ ایرانیوں نے یمن کو فتح کیا اور اسلام سے پیشتر اس پر حکمران رہے۔ گو اس وقت ان کا کوئی تعلق یمنوں سے نہ تھا۔ اور اُن کی حکومت بحرین تک ہی محدود تھی قبیلہ ربیعہ کے لوگ شاہ ایران کے ماتحت الجزیرہ میں رہتے تھے۔ اور ایرانیوں کی تذلیل کی غرض سے مسلمان عربوں کے مددگار بن گئے یہ عرب اور اُن کے سوا شام کے اصلی باشندے اکثر اوقات مسلمانوں کو رومیوں کے مقابلہ میں مدد دیا کرتے تھے تاکہ انھیں جزیہ سے مخلصی حاصل ہو۔ جیسا جراجمہ نے کوہ لکام میں کیا کیونکہ حبیب بن مسلمہ فہری نے جب اُن سے لڑائی کی تو یہ امن کے خواستگار ہوئے اور اسبات پر مصالحت قرار پائی کہ وہ کوہ لکام میں مُسلمانوں کے مددگار جاسوس اور میگیز کا کام دینگے۔ اور اس کے عوض اُن سے جزیہ نہ لیا جائیگا۔ اُن کے شہر میں جسقدر سوداگر مزدور اور دیہات میں سے منطیون کی رعایا تھی وہ سب اس صلح میں شامل ہو گئے اور رواد یف اُن کا نام رکھا گیا (مخزن)

KHILAFAT LIBRARY

نومسلم حفاظت فنڈ

میزان سابقہ ... ۱۰۸ روپیہ ۔ آنہ ۴ پائی

بجناب سید امیر علیشاہ صاحب سب انسپکٹر ریلوی پولیس سمہ سٹہ ... ۵ روپیہ

جناب منشی عبد العزیز صاحب سہارنپور ... ۱ روپیہ

میزانکل مالا ‌عـ

ہمارا دعوی تو یہ ہے کہ ہم کل انسانوں کو اسلام کے آب حیات سے شیریں کام کرینگے مگر اس کے لئے جو فنڈ کھولا گیا ہے اس میں ابھی تک صرف مالا ‌عـ جمع ہوا ہے۔ افسوس کیا بہی خواہان ملت اس میں حصہ لیکر دُنیا کو یہ نہیں دکھلا دینگے کہ اگر ہماری ہمسایہ قوم آریہ نے شدھی سبھا میں ہزاروں روپیہ جمع کر دئے ہیں تو ماشاءاللہ اس کے مقابلہ میں نومسلم حفاظت فنڈ بھی کم نہیں۔ کیا خیر خواہان ملت اس میں عملی حصّہ لیکر ثواب دارین حاصل نہیں کرینگے۔ جب تک چار سو روپیہ جمع نہیں ہوگا تب تک ہم باقاعدہ کام شروع نہیں کر سکتے۔ اس وقت بفضل خدا نور کا ایکہزار خریدار ہے اگر ہر ایک خریدار ایک ایک روپیہ دیدے تو چار سو کیا ایکہزار جمع ہو سکتا ہے۔ اور اگر چالیس آدمی صاحب استطاعت دس دس روپیہ دیدیں جیسا کہ بعض بہی خواہان ملت نے دیا ہے تو ایک ہفتہ میں ہی یہ سوال طے ہو سکتا ہے۔ کیا نور اُمید رکھے؟

نومسلم حفاظت فنڈ میں برادرم محمد نذیر صاحب نے یکمشت ‌عـ دیکر نمایاں حصہ لیا ہے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ کیا دیگر بہی خواہان ملت کے قلوب اس کار خیر کے لئے جنبش نہیں کرینگے؟

روپیہ کیا چیز ہے صرف ہاتھوں کی میل۔ کیا خیر خواہان قوم اس ہاتھوں کی میل کو قربان کر کے گم گشتگان بادیہ کو اسلامی نور سے منور کر کے ان کی نیک دعائیں اپنے حق میں نہیں لینگے؟

کیا نور اُمید رکھے؟

کیا نور سے محبت رکھنے والے اپنے پیارے نور کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر نور کی کرنوں کو دور دُور تک نہیں پھیلا دینگے؟

خط و کتابت میں چٹ نمبر ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل معاف

KHILAFAT LIBRARY

قرآن شریف کے فضائل

قرآن شریف کی تلاوت تمام عبادات سے افضل ہے (۱) جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کی عبادات سب سے افضل تلاوت قرآن شریف ہے - (۲) اور فرمایا کہ جس شخص کو حق تعالیٰ نے قرآن شریف کی سی نعمت عطا کی ہو اور وہ سمجھے کہ اور کسی کو اس سے بہتر کوئی چیز ملی ہے تو اُس نے قرآن شریف کی قدر نہ کی اور اُس چیز کی تحقیر کی جس کی حق تعالیٰ نے تعظیم و توقیر کی (۳) اور فرمایا کہ جس کھال میں قرآن شریف ہوگا یعنی جس کو قران کریم یاد ہوگا آگ اُس کے قریب بھی نہ جائیگی - (۴) اور فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے کہ قرآن شریف آپ سیکھے اور لوگوں کو سکھائے - (۵) اور فرمایا کہ جو شخص قران شریف پڑھے اور اُس کو حفظ کرے اور اُس کے حلال و حرام پر عمل کرے تو اللہ اُسے جنت میں داخل کریگا اور اُس کے گھر کے دس آدمیوں کو بخشیگا - جن کے لئے دوزخ ہو - (۶) اور فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اُس پر عمل کرے تو اُس کے ماباپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائیگا جس کی روشنی کے آگے سورج کی روشنی ماند ہے - (۷) اور فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی فرشتہ اور پیغمبر وغیرہ قرآن شریف سے بڑھ کر حق تعالیٰ کے نزدیک شفیع نہیں ہو (۸) اور فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ جس کو قرآن شریف کی تلاوت دعا مانگنے سے باز رکھے - یعنی دعا مانگنے کی فرصت نہ دے شکر گذاروں کے واسطے جو بڑے سے بڑا ثواب مقرر ہے میں اُسے عطا فرماؤنگا - (۹) اور فرمایا کہ دلوں پر لوہے کی طرح زنگ لگ جایا کرتا ہی وہ صرف قرآن شریف کے پڑھنے اور موت کے یاد کرنے سے چھوٹتا ہے - (۱۰) اور فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف کا ایک حرف پڑھے اُسے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملیگا - یہ نہ سمجھو کہ الٓمٓ ایک حرف ہے - بلکہ الف جدا حرف ہے - لام جدا - میم جدا - یعنی الٓمٓ کے پڑھنے سے تیس ۳۰ نیکیوں کا ثواب ہے - وعلیٰ ہذا -

(۱۱) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو دُنیا سے چلا ہوں مگر تُم لوگوں کے لیئے وہ ناصح چھوڑ چلا ہوں جو ہمیشہ تم کو پند و نصیحت کیا کرینگے - ایک ناصح گویا اور دوسرا ناصح خاموش - ناصح گویا تو قرآن شریف ہے اور ناصح خاموش موت ہے -

(۱۲) امام احمدؒ بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اے میرے مولا! کس چیز کے ذریعے سے تیرے ساتھ تقرب افضل ہے ارشاد ہوا کہ میرے کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے - مینے کہا کہ خواہ معنے سمجھتا ہو خواہ نہیں - ارشاد ہوا خواہ معنے سمجھے یا نہ سمجھے - (مگر معنے سمجھنا نہایت افضل ہے -)

قرآن شریف کے آداب

قران شریف کا بڑا درجہ ہے - اُسے معمولی بات نہیں سمجھنا چاہئے - جو شخص قرآن شریف پڑھے اُسے لازم ہے کہ قرآن شریف کی عزت کا خیال رکھے - ناشایستہ باتوں سے بچا رہے - ہر وقت آداب سے رہے ورنہ اسبات کا خوف ہے کہ کہیں قرآن شریف اُس کا دشمن ہو جائے - حدیث شریف میں آیا ہے کہ اکثر لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں - اور قرآن شریف اُنھیں لعنت کرتا ہے - اور فرمایا کہ میری اُمتّ میں منافق اکثر قرآن خواں لوگ ہونگے حضرت ابو سلیمان دارانی کا قول ہے کہ دوزخ کا فرشتہ سب فرشتوں کی نسبت مفسد قرآن خوانونکو جلد پکڑیگا - توریت میں لکھا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے تجھے شرم نہیں آتی - اگر تیرے بھائی کا خط تجھے پہنچے تو اگر تو راہ میں ہوتا ہے ٹھہر جاتا ہے یا راستے سے الگ ہو کر اُس کا ایک ایک حرف پڑھتا ہے اور اُس میں غور و تامل کرتا ہے - اور یہ کتاب میرا نامہ ہے تجھے مینے لکھا ہے کہ تو اس میں غور و تامل کرے - اور تو اس پر کاربند ہو - مگر تو اس سے انکار کرتا ہے اور اسپر عمل نہیں کرتا - اور جو تو پڑھتا بھی ہے تو غور و تامل نہیں کرتا - اور حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ اگلے لوگ قرآن شریف کو جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پاس سے یہ نامہ آیا ہے رات کو اُس میں غور و تامل کرتے اور دن کو اسپر عمل کرتے - مگر تم لوگوں نے اس کا درس اختیار کیا ہی اُس کے زیر و زبر کو درست کرتے ہو مگر اسپر عمل کرنے میں سستی کرتے ہو - الغرض قرآن شریف سے مقصود اصلی فقط تلاوت نہیں ہے - اگرچہ تلاوت کا بھی بجائے خود بڑا ثواب ہے بلکہ اسپر عمل کرنا بہت ضروری ہے - اور وہ بغیر معنے جاننے کے ہو نہیں سکتا -

ایک امام کا قول ہے کہ جو لوگ قرآن شریف پڑھتے اور اس پر عمل نہیں کرتے اُن کی مثال ایسی ہے جیسے کسی غلام کے پاس اس کے مالک کی چھٹی آئے - اُس میں اُس غلام کی نسبت ہدائتیں اور احکام مندرج ہوں - مگر وہ غلام بیٹھے اور چھٹی کو خوش آوازی سے پڑھتا رہے اور اُسکے حروف خوب درست پکارے - مگر اُن ہدایات

اور احکام پر عمل کرنے کی کچھ پرواہ نہ کرے - سو یہ غلام واقعی سرزنش کے قابل ہے - تمام لوگوں کو مناسب ہے کہ قرآن شریف کو بیشک خوش آوازی سے پڑھیں - لطف اُٹھائیں مگر عمل کرنا مناسب سے مقدم ہے - ہر ایک قرآن خواں کے لیئے لازم ہے کہ وہ قرآن شریف کو تدبر سے پڑھے - معنوں میں غور کرے - اور دل کو غفلت میں نہ رہنے دے - قرآن شریف کا بھولنا گناہ عظیم ہے - حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو پڑھ کر بھول جائے خداتعالیٰ اُس کو خیر و برکت سے خالی اُٹھائیگا -

تلاوت کے آداب

(۱) وضو کر کے رو بقبلہ بیٹھو اور دل کے حضور کے ساتھ بڑے خشوع و خضوع اور انکسار سے تمام قرآن شریف پڑھو - ریاکاری سے کوسوں بھاگو - (۲) ٹھہر ٹھہر کر اور معنوں میں غور کر کے پڑھو - جلدی ہرگز نہیں کرنی چاہیئے اور نہ جلد ختم کرنے کے درپے ہونا چاہیئے - تھوڑا سا ٹھیر ٹھیر کر غور سے پڑھنا - کئی سیپاروں سے پڑھنا بہتر ہے - (۳) قرآن شریف کو پڑھ پڑھ کر رونا چاہیئے - اور اگر رونا نہ آسکے تو تکلیف کر کے بھی قصداً رونا مناسب ہے - آنکھیں نہ روئیں تو دل ہی سے روؤ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو مدِ نظر رکھو (۴) عذاب کی آیت پر پہنچو تو خدا سے پناہ مانگو - رحمت کی آیت پر پہنچو تو اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگو - سجدہ کی آیت پر پہنچو تو عاجزی سے سجدہ کرو شریف پڑھو - ختم کرو تو یہ دعا پڑھو *

اللھم ارحمنی بالقران العظیم واجعلہ لی اماماً و نوراً و ھدیً و رحمةً اللھم ذکرنی منہ ما نسیت و علمنی منہ ما جھلت وارزقنی تلاوتہ اٰناءَ اللیل و اٰناءَ النھار واجعلہ لی حجةً یا رب العٰلمینَ *

KHILAFAT LIBRARY

اسلام کا سلوک

غیر مذہب والوں کے ساتھ

خداتعالیٰ کا دیا ہوا اختیار لوگوں سے چھیننا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے

رحمٰن نے انسان کو پیدا کیا اُسے ایمان و کفر میں اور خداتعالیٰ کی طرف رستہ پکڑنے یا اس سے رک رہنے میں آزادی دی - فرمایا "پس جو چاہے سو ایمان لاوے اور جو چاہے سو کفر کرے" - اور نیز حکم کیا "سو جو چاہے اپنے رب کی طرف رستہ پکڑے" یہ بھی فرمایا "کرو جو چاہو" اور "نیز سو خدا کے سوائے جس کی چاہو عبادت کرو - یعنی جبر نہیں ہے - احکم الحاکمین نے انسانوں کو اُس کے ابتلاء کے خاطر سمیع و بصیر بنایا - اور اسے شکر و کفر کے دونوں رستے دکھلا دئیے اور دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی طاقت بھی دی - انسان کی اشرافت اسی میں رکھی کہ وہ جذبات نفسانی و تحریکات شیطانی کا مقابلہ کر کے حق کو اختیار کرتا ہے اُسے نیکی اور بدی ہر دو کا علم دے کے ملائکہ پر جو مجبور محض ہیں فضیلت عطا کی - امانت یعنی عطیات خداوندی کو بر موقعہ برتنے کی ذمہ داری اُسی پر ڈالدی جس کے اُٹھانے سے آسمان و زمین اور پہاڑوں نے بھی پہلو تہی کی - وہ خود بر موقعہ و بے موقعہ کو سمجھ دیکھ کر کام نہیں کر سکتے - انسان اس ذمہ داری کے قابل تھا اس لیئے اس ظلوم و جہول کا پہلو بھی رکھتا تھا - اگر یہ بدی نہ کر سکتا تو اس کا نیکی کرنا بھی کوئی نیکی نہ ہوتا - الغرض خداتعالیٰ کا انسان کو اختیار دینے سے یہ منشا ہے کہ یہ اپنی مرضی سے نیکی و بدی کرے - نہ کسی آدمی کے جبر سے تا کہ اس کے افعال پر مدح و ذم اور جزا و سزا کے نتائج مترتب ہو سکیں - کلام مجید منافقوں اور ریاکاروں کے ظاہری نیک اعمال کی کچھ قدر نہیں کرتا - اور جس کے دل میں ایمان ہو اگر وہ کسی کے جبر و اکراہ سے ظاہراً کفر کردے تو اسکو بھی معذور رکھتا ہے - اگر خدا تعالیٰ جبراً ہدایت دینا چاہتا تو سبکو مومن بنا سکتا تھا - جیسا کہ کلام پاک میں وارد ہے - اور اگر تیرا رب چاہتا تو جو زمین میں سب کے سب ایمان لے آتے - پھر کیا تو لوگوں پر زبردستی کریگا - یہانتک کہ ایمان لے آویں - اور ممکن نہیں کہ کوئی شخص ایمان لاوے بغیر منظوری الٰہی کے (یعنی پھر جبر سے کیا حاصل - ایمان تو اُسی کو ملیگا جو سلامت روی اور مرضی کے ساتھ سمجھ سے کام لیکر اس حالت میں پہنچے جس پر منظوری الٰہی جاری ہوتی ہے - اور جو عقل نہیں کرتے انپر تو خداتعالیٰ پلیدگی ڈال دیتا ہے" - اور نیز فرمایا - ولو شاءَ لھدٰکم اجمعین وغیر ذٰلک من الآیات - اگر جبراً ہدایت دینا منظور ہوتا تو اُلٹا شیطان کو مہلت و وقت ندیا جاتا - "شیطان پر یہ لکھدیا گیا ہے کہ جو اس کی طرف متوجہ ہو سو وہ اُسے گمراہ کرے اور عذاب السعیر کی طرف راہ دکھلائے" شیطان کا اِن پر کوئی جبر نہیں ہے وہ تو صرف اس لیئے چھوڑا گیا ہے کہ کون آخرت کو اپنی مرضی سے مانتا ہے - اور کون اس سے شک میں رہتا ہے" الحاصل جس وقت کسی شخص کو خداتعالیٰ نے سمجھ و ہوش دی رکھی ہو اور اُس کے ہاتھ پاؤں بھی کھلے کر رکھے ہوں یعنی اس کو اپنی مرضی سے فوائد مذکورہ بالا کے لیئے اختیار

KHILAFAT LIBRARY

دے رکھا ہو تو اس وقت کسیکا اس پر جبر کرنا رب العالمین سے جنگ کرنا نہیں تو اور کیا ہے

ساڑھے بارہ سو سال کے رفیق کی جدائی

(منقول از وطن)

شنبہ گذشتہ کو یہ منحوس خبر تار کے ذریعہ کل دنیا میں پھیل گئی کہ جو علاقہ ساتویں صدی مسیحی کے وسط میں بزمانہ خلافت حضرت عثمان ذی النورین ہلال کی ظل عاطفت میں آیا تھا نوجوان ترکوں کی مہربانی سے اس کا صدر مقام خلافت راشدہ کی جانشین اسلامی حکومت کے ہاتھ سے جو ساتھ ہی ان جلیل القدر صحابی کی ہمنامی کی بھی عزت رکھتی ہے بارہ سو ساٹھ سال بعد ۵- اکتوبر ۱۹۱۱ء کی دوپہر کو نکل گیا۔ اور وہاں کے قلعہ سلطانیہ پر اس غاصب کا پھریرا لہرانے لگا۔ جس کا اپنا پایۂ تخت اب سے چارسو سال پہلے انہی ترکوں کے آباؤ اجداد کے جلال وجبروت کے مشاہدہ سے مثال بید لرزاں اور خوف و ہراس سے اُس کا ناطقہ بند ہو رہا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

ایک وقت تھا کہ سلطنت وخلافت عثمانیہ کے قابض پاپائے روم کے ایوان خاص کو اپنے گھوڑوں کا اصطبل بنا سکنا بائیں ہاتھ کا کھیل تصور کرتے تھے۔ چنانچہ سلطان محمدؒ فاتح اس ارادہ کی تکمیل میں فراہمی افواج کی کارروائی شروع بھی کر چکے تھے کہ داعی اجل نے آپکارا اور ان کے ساتھ ہی یہ ارادہ بھی نسیاً منسیا ہو گیا تاہم ان کے چند لائق جانشینان اولین نے شوکت عثمانیہ میں بھی کچھ فرق نہ پڑنے دیا۔ بلکہ اُس میں اس قدر اضافہ کر دیا کہ شام سے اسپین تک کل بحیرہ روم بلا مبالغہ ترکی جھیل کا حکم رکھتا تھا۔ کسی مخالف کو اُس کے ہزارہا میل کے پاٹ میں دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ یا آج یہ زمانہ ہے کہ اسی روم کا والی جس کے ملک کے حصۂ کثیر کو اسٹریا و فرانس وغیرہ کی محکومی سے نکلے ہوئے ابھی پچاس سال بھی نہیں ہوئے حکومت عثمانیہ کی پرکاہ کی برابر وقعت محسوس نہ کرکے اُس کے مقبوضات پر اس طرح اٹھ دوڑتا ہے کہ کوئی دلیر سے دلیر ڈاکو کسی بڑھیا ضعیفہ کے مکان میں بھی ویسی دلیری سے داخل نہیں ہوتا۔ اور سلطان محمدؒ فاتح کا جانشین محمدؐ پنجم دعاؤں پر انحصار کرنے کے سوائے اور کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ حقی کی طرف سے تو حق کی دھیمی سی صدا بھی سننے میں نہیں آتی اور شوکت بھی جو مارشل لا کے ذریعہ ہر صاف گو کا گلا دبانے میں ہر وقت شیر تھے بالکل دم بخود ہیں۔ احمد رضا پریذیڈنٹ پارلیمنٹ اور نوجوان ترکوں کا باوا غالباً اپنی ہمشیرہ کے ساتھ ملکر اب بھی اسلامی شعائر کے ساتھ ملکر اب بھی اسلامی شعائر کی قطع برید بلکہ ترمیم و تنسیخ اور خاندان شاہی کی کسی شہزادی کو عقد میں لانیکی تدابیر میں غرق ہونے کی وجہ سے ایسا چپ ہے کہ گویا ٹرکی میں موجود ہی نہیں اور پیرس کے کسی خراباتکدہ میں جہاں اس کی ساری عمر کٹی پھر پہنچکر حضرت حافظ کے اس شعر کو رٹ رہا ہے ؎

ساقیا برخیز و در جام را ؛؛ خاک برسر کن غم ایام را

ان کے چیلے چانٹے جو برعکس نہند نام زنگی کافور کمیٹی اتحاد و ترقی کے نام سے اپنی جماعت کو موسوم کرتے ہیں۔ اِن کی جانب سے بھی اعلان بائیکاٹ کے بعد ایک ہفتہ بھر سے کوئی خبر پھر سننے میں نہیں آتی۔ ایک فرد انور مستثنی ہے مگر اُس کے متعلق بھی جو خبر مشہور ہوتی ہے وہ اگر راست بھی ہو تو بھی موجب فخر ہونے کی بجائے جماعت مذکور کے لئے موجب ننگ و عار اور اس امر کا بین ثبوت ہے کہ نوجوان ترک اس اعتصاب وڈکیتی کا جس کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی کوئی باقاعدہ جواب دینے پر تیار نہیں یا اس کے لئے اپنے میں سکت یا حوصلہ نہیں پاتے۔ اور نامردوں کی طرح آپ الگ رہکر خود طرابلس ہی کے باشندوں اور اُن کے ہمسایوں کو ابھارنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ مگر واقعات سے اس نامردانہ عزم وارادہ کی بھی تا حال کچھ تصدیق نہیں ہوئی۔ انور اگر روانہ ہو چکا ہوتا تو مصر سے اُس کے گذرنے یا وہاں پہنچنے کی کوئی خبر ضرور ملتی۔ اگر بفرض محال وہ چل بھی پڑا اور مصر و بارقہ کے درمیانی دشت صحراء لبیا کو طے کرکے طرابلس کے عقبی علاقہ میں پہنچ بھی گیا تو اکیلا چنا کون سا بھاڑ پھوڑ سکیگا عربی وہ نہیں جانتا۔ نہ غالباً معمولی فرائض اسلامی تک کا وہ عامل ہے۔ عربی بولنے والی اور کچھ نہ کچھ اسلامی شعائر کا پاس رکھنے والی اقوام پر اُس کے کہنے سننے کا اثر ہی کیا پڑیگا دلیل کے لئے مان لیا جائے کہ یہ موافقات اس کے ارادہ کی تکمیل میں کچھ بھی مزاحم نہیں ہوئے اور طرابلس کے عقبی و متصلہ علاقوں میں اٹلی کے برخلاف ایک عام جوش پیدا ہو گیا ہے اور جیسا کہ کئی یورپین سیاح یا مدبر افریقہ کی تقسیم کے لئے بہانہ پیدا کرنے کو ہے ہی کی اڑاتے رہے ہیں اسے بھی مان لیا جائے کہ سنوسیوں وغیرہ کے پاس کافی ذخائر حرب موجود ہیں اور وہ سب اطالین افواج کو ملک سے نکالنے کے لئے آمنڈ پڑے ہیں مگر یہ سب کچھ ہو جانے پر بھی خاک اثر نہ ہوگا جب ان کو اطالین توپیں اپنی افواج کے قریب دو دو میل تک پھٹکنے ہی نہ دینگی تو گیا ان کا وہی حشر نہ ہوگا جو ام درمان میں تعائشی کے چالیس ہزار جانبازوں کا ہوا۔ یا مراکو میں اب مغربی جاں فروشوں کا ہو رہا ہے۔ استقامت۔ پامردی تہود

وشجاعت اور جانبازی میں طرابلسی کیا دنیا میں کوئی قوم ان پر سبقت نہیں لیجا سکتی۔ جب وہ جدید اسلحہ کے سامنے باین ہمہ جرات وجلاوت ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر جان دینے کے سوائے کچھ نہ کر سکے تو تنہا طرابلسی اور سنوسی کیا کر سکینگے۔ سنوسیوں کی جمعیت و استعداد جریہ کی نسبت سالہا سال تک یورپین اخبارات میں خوب دہشت انگیز اور وسوسہ خیز مضمون شائع ہوتے رہے لیکن واقعات سے ثابت ہوگیا کہ درحقیقت مطلب سعدی دیگر است کا معاملہ تھا۔ فرانس نے شیخ سنوسی کے مرید خاص الخاص سلطان وادائی پر عین صحرائی علاقہ میں پے درپے حملے کئے اور سنہ ۱۹۰۶ء سے شروع کرکے جب تک سلطان مذکور کو ہلاک کرکے ملک پر کامل تسلط نہ کر لیا سنہ ۱۹۱۱ء تک محاربہ کو جاری رکھا۔ لیکن ان پانچ سال کی مدت میں نہ کوئی سنوسی ٹڈی دل میدان حرب کے افق پر نمایاں ہوا۔ نہ فرانس کو چند ہزار سے زیادہ فوج اس مہم پر بھیجنی پڑی۔

قصہ مختصر اپنے ارادہ میں کامل کامیاب ہونے پر بھی انور کی کارروائی کا نتیجہ اس سے زیادہ نہیں نکلیگا جتنا کہ ایک قوی ہیکل دیو پر چند چھوٹے چھوٹے سنگریزے دور سے پھنکوا دینے کا ہوسکتا ہے۔

ہاں اگر خود ترکی فوج کی منشا بسبب تعداد معقول ساز وسامان کے ساتھ ڈیرہ کی ہڈی کا کام دینے کو ملک میں پہنچ جائے تو پھر ان لوگوں کی آمد نہایت ہی کارآمد اور نتیجہ خیز ہو۔ اور اسوقت ایک ایک آدمی دس اطالیوں پر بھاری ہو جائے اور اس کی معیت میں ترک اپنے سے سہ چند غنیم کو بھی باسانی تمام اس دیدہ دلیری اور جسارت غاصبانہ کا کما حقہ مزا چکھا دیں۔

ولائتی اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ اٹلی کے اخباروں نے آغاز ستمبر میں طرابلس پر قبضہ کرلینے کا علانیہ مشورہ اپنی حکومت کو دینا شروع کر دیا تھا۔ اور یہاں تک لکھ دیا تھا کہ قبضہ کرنا ہے تو اب ہی ہو سکیگا۔ ورنہ پھر کبھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ ترک چند سال میں اپنی بحری طاقت کو خاصہ مضبوط بنا لینگے۔ اس بروقت انتباہ سے فائدہ اٹھانے کی بجائے میاں حقی جو روما میں ترکی سفیر تھا۔ (نہ وزارت عظمی سے پہلے) خدا معلوم شاہ اٹلی کی کیسی دعوت کے دماغ سوز مشروبات کے خمار کی یاد میں مدہوش تھا یا چٹ پٹے کھانوں کی لذت کی حسرت میں خالی چٹخارے بھر رہا تھا۔ ٹس سے مس نہ ہوا۔ ورنہ ایک ہفتہ کے اندر ۲۰۔۳۰ ہزار عساکر قاہرہ اور چند غوطہ خور اور تار پیڈو کشتیوں کو طرابلس۔ بنغازی درنہ میں بھیجدینا کچھ مشکل نہ تھا۔ دشمن کو اس کی کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔ البانیہ اور یمن سے فوجوں کی واپسی کا سلسلہ شروع ہی تھا۔ چند رجمنٹیں چپ چاپ ادھر بھیجدی جاسکتی تھیں۔ جرمنی تو محض دوست ہے۔ جب مالکان ملک اور قابضان عنان حکومت کی غفلت وسرمستی کی یہ کیفیت تھی تو جرمنی کو کیا پڑی تھی کہ اٹلی کے ارادوں سے ترکی وزراء یا سلطان وقت کو آگاہ کرکے حفظ ماتقدم کی صلاح دیتی۔ اس کی دوستی کے معنے وہی ہیں جو اطالیہ کی اس کمینہ ڈکیتی کے ہیں۔

KHILAFAT LIBRARY

دور بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

غضب خدا کا۔ سستی اور غفلت کی بھی آخر کچھ حد ہوتی ہے۔ انتظام ہاتھ میں لینا ۱۵ لاکھ میل مربع رقبہ رکھنے والی سلطنت کا۔ جس کی ایک ٹانگ اگر عرب میں ہے تو دوسری چار ہزار میل کے فاصلہ پر طرابلس الغرب میں ایک ہاتھ خلیج فارس کو مس کر رہا ہے۔ تو دوسرا تین ہزار میل کی مسافت پر بحیرہ ایڈریاٹک سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور طریق عمل ایسا اختیار کرنا کہ گویا قسطنطنیہ کی حدود سے باہر ٹرکی کا کچھ واسطہ ہی نہیں۔ اور مارشل لا کے ذریعہ راستباز معترضین کو بے زبان کرنے یا قصر الاتینی کے محبوس کے پہرہ چوکی کو دن بدن سخت تر کرتے رہنے کی فکر کے سوا اور کوئی سلطنت کا کاروبار ہی نہیں۔ بروئے تقسیم افواج یمن اور طرابلس میں ہر وقت دس ہزار فوج نظام مقیم رہنی چاہئے مگر جب پچھلے دنوں اول الذکر میں بغاوت ہوئی تو وہاں پانچہزار فوج بھی نہ تھی۔ یہی کیفیت یقیناً طرابلس کی ہوگی۔ ورنہ اٹلی باین ہمہ بحری فوقیت وحرص واغتصاب ایسی دلیری سے وہاں کو نہ پڑتی۔ کیونکہ طمع نے اسے لاکھ اندھا کر رکھا ہو وہ اسے نہیں بھول سکتی تھی کہ محافظان پلیونا کے دس ہزار ہمقوموں سے خاصکر جبکہ وہ مورچہ بند اور کل ملک ان کا اپنا ہو پچاس ہزار فوج بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکیگی۔

ہمارے ایک نہایت ہی معزز وکرمفرما دوست جنکو وطن سے بھی اس قدر محبت ہے کہ وہ اس کے معاون وخریدار بھی ہیں۔ ہم پر بہت خفا ہیں کہ وطن نے نوحہ حمیدی کیوں شروع کر دیا۔ یہ دوست ہمیں معذور رکھیں۔ عبدالحمید کا درد نہیں اسلام کا درد اور خلافت عثمانیہ کے دوام وبقا کی تمنا وصادق دنیا کے امن عامہ کے قیام کی آرزو سے مخلصانہ اور واقعات کا نقشہ نہ صرف ہمیں بلکہ سب لوگوں کو جن کی یہی خواہش ہے بحسرت تمام یہ کہنے پر مجبور کر رہا ہے کہ کاش عبدالحمید ان دشمنان ملک وملت کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کی بجائے ان کا قلع قمع کر دینے کو ترجیح دیتے غیب کا علم صرف ذات الہ العالمین کو ہے۔ لیکن ۳۰ سال گذشتہ کی تاریخ بتا رہی ہے کہ اگر عبدالحمید تخت خلافت پر متمکن ہوتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ یورپ کی تمام سلطنتوں سے اٹلی اپنے

KHILAFAT LIBRARY

مجوزہ اعتصابات کے متعلق کئی ماہ سے استصواب کر رہی ہوتی اور ٹرکی کو اُسی وقت بھنک پڑتی جبکہ ۴۸ گھنٹوں کا نوٹس بدیں مضمون ملتا کہ ملک ہمارے حوالہ کر دو۔ حاشا وکلا۔ اول تو جلال حمیدی اٹلی میں کسی ایسے ارادہ کا حوصلہ ہی نہ پیدا ہونے دیتا اور اگر احیاناً وہ کر بھی لیتی تو دوسری ہی ساعت عبد الحمید کو حرف حرف تک کی خبر ہو جاتی۔ اور وہ ایک طرف حفظ ماتقدم کا بہ کامل خاموشی کافی انتظام کر دینے کے ساتھ ہی دوسری طرف ایسی شاطرانہ چال چلتے کہ اٹلی سب سٹی پٹی بھول جاتی خدا غارت کرے اس الحاد و بیدینی کو اُسنے آئینز وکنسٹی ٹیوشن کا کچھ ایسا نشہ بعض ترکی افراد کے دماغوں میں پھونک دیا کہ خود فراموشی کے ساتھ تاریخ کے مسلسل تجربات کو بھی بھول گئے اور جب تک کشتی ملک کو اُس کے ناخدائے واحد کی حفاظت و صیانت سے جدا کر کے بے سر و سامان نہ کر دیا۔ چین نہ لیا۔ اگر وہ اپنے ملک کی تاریخ پر چند لحظوں کے لئے ہی غور کرتے تو اُنھیں معلوم ہو جاتا کہ دوسری اقوام عالم کے حق میں یہ آئین جس کا کچھ عرصہ سے ایک عالم کے سر پر خبط سوار ہے خواہ کیسی ہی بابرکت اور تریاق پائی گئی ہو ٹرکی کے لئے ہمیشہ سمِ قاتل اور زہر ہلاہل ثابت ہوتی رہی ہے۔

عہد جدید میں سب سے اول سلطان سلیم ثالث اس کے فریفتہ ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مصر و شام پر نپولین کا قبضہ ہو گیا۔ پھر سلطان محمود ثانی نے رجوع کیا تو یونان آزاد اور محمد علی پاشاء مصر خود مختار ہو گیا۔

سنہ ۱۸۷۶ء میں بادشاہ گر مدحت نوجوان ترکوں کے گرو گھنٹال کو بھی جنون ہوا اور ناتجربہ کار اور بے لبر شہزادہ سے جسے تخت پر بٹھایا گیا تھا اس کا باقاعدہ اعلان و نفاذ کرا دیا۔ عبد الحمید اپنے برادر خورد محمد پنجم کی طرح اُس وقت محض بیدست و پا تھے نتیجہ یہ نکلا کہ روس نے سلطنت کو ادھ موا کر دیا۔ اور بوسینیا۔ ہرسک۔ سرویا۔ رومانیا۔ مانٹی نگرو بلگیریا۔ تھسلی۔ قبرس۔ باطوم۔ وقارس۔ تونس اور مصر۔ ہاتھ سے جاتے رہے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں از سر نو جان پانے کے وقت سے اب تک آئین جو سلطنت سوز کرشمے دکھا رہی ہے اُن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اگر طرابلس پر ہی اس کا خاتمہ ہو جائے تو یہی غنیمت ہے۔ مگر معنیاً پھر بھی سلطنت کا خاتمہ ہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا خاتمہ یہیں ہو جائیگا۔

ٹرکی کے حق میں مروجہ آئین کا ہمیشہ ایسا خطرناک ہونا حل طلب معمہ نہیں۔ اس کی لم معلوم کر سکنا بہت ہی آسان ہے۔ مسلمانوں کے پاس ایک ایسی آئین چودہ سو سال سے موجود ہے جس میں ہر فرد بشر اور ہر کبینہ و عائلہ سے لیکر عظیم ترین سلطنت کے کلی و جزوی معاملات کے متعلق ہر زمانہ حالت اور کیفیت کو مدِ نظر رکھ کر عین فطرت انسانی کے مطابق کامل و مکمل ضوابط و اصول مدون ہیں۔ اور ان کی تدوین کرنے والا وہ ہے جو انسان و ماحولہ کا خالق۔ ماضی۔ حال مستقبل کے ذرہ ذرہ کا عالم اور انسانی ضروریات و خصائص کے ہر پہلو کو جاننے والا ہے۔ جس قوم کے پاس ایسی آئین موجود ہے وہ اُسے چھوڑ کر جب کسی اور آئین کے پیچھے پڑیگی اُس کی حالت کا بگڑنا طبعی امر ہے۔ باقی تمام اقوام اس الٰہی آئین سے محروم ہیں۔ وہ کامل بے آئینی کی منزل سے آگے بڑھتی ہیں پس ان کے لئے انسانی آئین کا خواہ وہ نسبتاً کیسی ناکمل کیوں نہوں بے آئینی کی حالت کی نسبت مفید ثابت ہونا قدرتی بات ہے۔

مسلمان اقوام اس آئین کو جسقدر کم و بیش نظر انداز کرتی ہیں اُسی قدر ان کی حالت غیر ہوتی رہتی ہے۔ بگڑنے کے بعد اگر وہ اُبھرنے کے لئے پھر اُسی حبل المتین کو پکڑیں تو یقیناً فائز المرام ہوں۔ مگر بدبختی ان کو نئے نئے راستوں پر لیجاتی ہے اور وہ پہلے سے بھی بدتر حالت میں ہو جاتے ہیں۔ تمام ترک مدبر جو آئین کے فریفتہ ہیں ملک کے بدخواہ نہیں۔ اُن میں سے اکثر بلاشبہ نیک نیتی سے اور محض ملک و قوم کی بہتری کے لئے اس کے عاشق زار بنتے رہے ہیں۔ لیکن تاریخ بتا رہی ہے کہ ان کی نیتوں پر نہیں عقل اور سمجھ پر ضرور پتھر پڑ جاتے ہیں۔ ورنہ بدیہات سے اغماض نہ کرتے۔ اور آزمودہ نسخہ کو چھوڑ کر تجربوں اور آزمائشوں کے درپے نہوتے۔ قرآن و عملی و زندہ تفسیر قرآن (ذات نبی) نے وحشی و جاہل اور گمنام اور حقیر و ذلیل بلکہ بدتمیز قوم عالم کو چند برسوں میں محسود زمانہ و فخر انسانیت بنا دیا۔ زندہ تفسیر قرآن اب ہم میں موجود نہیں مگر اس کی روح برابر موجود ہے۔ اور اس کی عملی تشریح قرآن ہمارے پیش نظر۔ کاش ہم پھر اس طرف رجوع کریں۔

جو دوسری قومیں ترقی کر رہی ہیں وہ بھی در اصل انہی دونوں کی خوشہ چینی سے۔ مسلمان کہلانے والے اگر واقعیٔ مسلمان بننا چاہتے ہیں تو صرف اسی طریق سے۔ ورنہ خدا اور اقوام کے اہل لوگوں کو عربوں کی طرح اسلام کی فیوض و برکات سے بہ طریق کامل مستفیض فرمانے سے عاجز نہیں۔ اسلام کبھی نہیں مٹ سکتا وہ دین فطرت اور الٰہی مذہب ہے۔ اور جوں جوں انسان کی سمجھ ادراک اور فہم و تمیز اور خاصکر بلکہ حقیقت شناسی میں ترقی ہوتی جائیگی۔ توں توں کروڑ ہا بندگان خدا اس سرچشمۂ رحمت کے گرد خود بخود جمع ہوتے رہینگے ہاں بدنام کنندگان اسلام باوجود زبانی ادعائے متابعت اسلام اگر مٹتے رہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جب تاتاریوں نے کروڑ ہا مسلمانان خوارزم و خیوا و ایران کو تہ تیغ کرنے کے بعد آخری محرم سنہ ۶۵۱ھ (جنوری سنہ ۱۲۵۸ء) میں بغداد کی اینٹ

KHILAFAT LIBRARY

سے اینٹ بجا کر دجلہ کو ہفتوں مسلمان کہلانے والوں کے خون سے رنگین رکھا تو سعدی سا خداشناس بھی یہ سمجھ بیٹھا کہ اب اسلام مٹا اور قیامت آئی۔ مگر نہیں اسلام نہیں مٹا تھا اُس کے لئے جو باعث ننگ تھے وہ مٹے اسلام کو اس وقت بھی فتح نصیب ہوئی اور ایسی فتح جس کی نظیر کم ملیگی۔ اس نے مسلمانوں کے مٹانے والوں کو ہی سحر کیا اور ایسا کہ اس وقت تک اسلام کی نہ صرف سیاسی عزت ہی نہ صرف ان کے طفیل قائم ہے بلکہ اپنی برگزیدہ تعلیم کے نیک اثرات کے زندہ ثبوت میں بھی اسلام اگر اس وقت فخریہ کسی کو پیش کرسکتا ہے تو انہی کے جانشینوں کے ایک حصہ عثمانیہ ترکوں کو۔ خیر گو بجائے خود کیسی اہم اور ضروری کیوں نہو اس موقعہ پر یہ ایک محض ضمنی بحث ہے۔ اسی طرح نوجوان ترکوں کی نالائقی کا رونا رونا بھی کچھ فائدہ نہیں بخش سکتا اصل سوال یہ ہے کہ آخر ہونا کیا چاہئے۔ اور کہ بادی النظر میں اس مسئلہ کا انجام کیا ہوگا۔ پہلے سوال کا ایک جواب تو بہت آسان ہے کہ طرابلس کو اطالین دستبرد سے بچانا چاہئے۔ لیکن اس کا طریق بتانا سہل نہیں۔ اسے ترقی قسمت کے مالک ہی بہتر سوچ سکتے ہیں۔ رہا دوسرا سوال اس کے متعلق پاؤنیر وغیرہ انگریزی اخبارات تو اپنی رائے ظاہر کرچکے ہیں کہ جو کچھ ہوچکا ہوچکا طرابلس اٹلی کے پاس رہیگا۔ اور دول یورپ ٹرکی کو کچھ مالی معاوضہ دلا دینگی۔ ترک اپنے مال کو بچانے سے معذور ہیں اور یہ معذوری جلد یا دیر بعد ان کو خود بھی تسلیم کرنی پڑیگی۔ کئی مسلمان اہل الرائے بھی یہی فتویٰ روز اول سے دے چکے ہیں اتوار کی صبح تک جب یہ تار خبریں آئی ہیں اُن سے بھی یہ ترشح ہو رہا ہے۔ ترک اٹلی سے طرابلس میں اسی طرح مقابلہ کرسکتے ہیں کہ خشکی کے راستہ براہ شام دشت کنعان و نہر سویز و مصر و صحرائے لیبیا بارقہ طرابلس میں فوج بھیجیں۔ مگر ایسا کرسکنا آسان نہیں۔ اس راستہ کی لمبائی تین ہزار میل سے کم نہیں اور اس میں دو بڑے بڑے بے آب و گیاہ بیابان بھی حائل ہیں۔ اگر کوئی اور مانع نہو اور فوج بھی معہ کل ساز و سامان جمع کرلیجائے اور وہ بلاناغہ دس میل یومیہ طے کرے تو بھی یہ تین سو دن یعنی ایک سال کا راستہ ہے۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ خود اٹلی پر ترک حملہ کریں مگر وہاں بحیرہ ایڈریاٹک کا کئی سو میل عریض پاٹ حائل ہے۔ ترک اگر اسے عبور کرسکیں تو طرابلس ہی میں فوج کیوں نہ بھیجدیں۔

مختصراً بظاہر حال ترکوں کی بے بسی اور غنیم کا ان کی زد سے بالکل محفوظ ہونا صاف ظاہر ہے ترکوں کی طرف سے اس متفاوت و غارتگری کا یہی ایک فوری جواب ہوسکتا تھا کہ وہ دیگر مقبوضات ترکی میں جسقدر اطالین موجود تھے ان کو فوراً گرفتار اور ان کے مال و اسباب کو ضبط کرلیتے مگر جرمنی نے ان کی حفاظت کا ذمہ لے لینے سے ترکوں کو اس جواب سے بھی معذور کردیا ہے اور حالت بظاہر عجیب بیکسی کی ہے۔ ٹرکی اٹلی کو بشرطیکہ وہ اُس سے میدان میں نکلکر لڑے ایسا سبق دے سکتی ہے کہ اُسے چھٹی کا دودھ اور اڑوا کی شکست یاد آجائے مگر وائے رے بیکسی ان کی حالت بعینہ اُس باپ کی سی ہے کہ جسکا جوان اکلوتا بیٹا دریا میں غرق ہو رہا ہو اور وہ کنارہ پر کھڑا تڑپ رہا ہے اور تیراکی نہ جاننے کی وجہ سے ایک قدم آگے نہیں جاسکتا۔

خداوند کریم ظالموں سے ضرور بدلہ لیتا ہے۔ لیکن اول یہ کسے معلوم کہ اس کا بے انتہا تحمل کب انتقامی صورت اختیار کرتا ہے۔ دوسرے یہ بھی تو اُسی کی سنت ہے کہ وہ غافل و نالائق کمزوروں کی بالعموم مدد نہیں کرتا۔ لینصرن اللہ من ینصرہ یا ہمت مرداں مدد خدا۔ اور ان اللہ لایغیر بالقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ مگر یہ بھی تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس معاملہ میں اُس کا دریائے کرم و غضب یقیناً موجزن نہیں ہوگا۔ اصحاب فیل کی طرح اصحاب کروزران و تارپیڈوان کو بھی وہ چاہے تو اپنی حقیر ترین مخلوق کے ذریعہ چشم زدن میں فنا و معدوم کرکے اہالئی طرابلس کو اہل مکہ کی مانند از سر نو حیات بخش سکتا ہے۔ وما ذالک علی اللہ العزیز

بہرحال شیوہ مردانگی اور قیام و بقائے سلطنت کا انحصار اسی پر ہے کہ ٹرکی جس طرح بن پڑے طرابلس کا لقمہ اٹلی کو نہ نگلنے دے۔ اور تمام مسلمانان عالم اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق دعا اور روپیہ اور اخلاقی و مادی اثر سے اُس کی مدد کریں

(از وطن)

ضروری اطلاع

الحمدللہ کہ تقریباً پانچ ماہ کی تکلیف کے بعد اب آنکھ کو آرام ہوا ہے۔ اس پانچ ماہ کے عرصہ میں جن دوستوں نے اپنے تبدیلی پتہ وغیرہ کے لئے لکھا تھا اُن کے ارشاد کی تعمیل نہیں ہوسکی۔ اب اطلاعاً عرض ہے کہ وہ دوست ازراہ کرم میری اس مجبوری اور لاچاری پر درگزر کرتے ہوئے دوبارہ پتہ تبدیل وغیرہ کے متعلق اطلاع دیں تاکہ اُن کے حکم کی تعمیل کیجاوے۔ (ایڈیٹر نور)

خط و کتابت کے لئے چٹ نمبر ضرور دیں

کیا آپ نور کی توسیع اشاعت میں حصہ نہیں لینگے بعض دوستوں نے ایک ایک اور دو دو خریدار دیکر اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل کرلی ہے مگر اکثروں پر یہ فرض یوں کا ووں ہی ہے۔ اُمید کہ وہ دوست بھی بہت جلد اپنے فرض کو ادا کرکے سبکدوشی حاصل کرینگے (ایڈیٹر)

مفت ! مفت !! مفت !!!

سوانحعمری حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ

یہ اس ولی اللہ کی سوانحعمری ہے جنہنے ایسے دُھندوکارہ کے زمانہ میں جبکہ نہ صرف پنجاب بلکہ کل ہندوستان پر بیدینی کے گھٹاٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوکر ان کے عقائد باطلہ کا کھنڈن کرکے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا۔ یہ کتاب قطعی محققانہ اور مورخانہ پیرایہ میں لکھی گئی ہے قیمت صرف ۸ر ایکدرجن کے خریدار سے صرف للعہ یعنی فی کاپی ۱؍ جو خریدار نور کے دو خریدار پیدا کرے ان کو یہ مفت دی جائیگی۔ ملنے کا پتہ مینجر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور

KHILAFAT LIBRARY

کارخانہ راحت روح عطریات قنوج

یہاں ہر قسم کے عطریات گلاب۔ کیوڑہ۔ موتیا چنبیلی۔ حنا ہر باندی وغیرہ فیتولہ ۸ر سے لیکر للعہ تک اور تیل بالوں کا چنبیلی۔ حنا وغیرہ فی سیر ایکروپیہ سے لیکر للعہ تک اور عرق گلاب کیوڑہ وغیرہ فی سیر ایکروپیہ سے لیکر (للعہ) تک اور ہر قسم کے عطردان اور ہر قسم کی شیشیاں۔ گلقند۔ قوام۔ تماکو خوردنی۔ خمیرہ۔ خوشبودار وغیرہ لوازمات از روے بازار نرخ ترمیم ہوتا رہتا ہے۔ جو صاحب طلب فرماویں مع نام پورا پتہ۔ خوشخط بنام کارخانہ ارسال فرماویں اجازت دینے یا پیشگی قیمت خصوصًا ریلوے پارسل کے لئے تو کچھ نقد ضرور آنا چاہیئے۔

المشتہر کارخانہ راحت روح عطریات قنوج محمد عبد اللہ و سعد اللہ احمدی سے مل سکتا ہے۔

سومنگلا

یہ ایک مذہبی دلچسپ ناول ہے جس میں رد تناسخ اور تناسخ کی لغویت تناسخ کی خوفناک برائیاں تناسخ کے شرمناک سے شرمناک نتائج کو نہایت اعلیٰ کمال اور دلسوز پیرایہ میں دکھلایا گیا ہے قیمت صرف ۶ر

ملنے کا پتہ

مینجر اخبار نور قادیان شریف ضلع گورداسپور

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی گولیاں

جلاب کی گولیاں

رات کو کھاکر سو جاؤ دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا پیٹ میں گرمی و مروڑ کچھ نہیں ہوگی حسب معمول کھانے پینے وغیرہ میں رکاوٹ کچھ نہیں ہوگی۔ سولہ برس سے ڈاکٹر برمن مریضوں کو دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں۔ ہر عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہیئے۔ قیمت ۱۲ گولیوں کی ڈبیہ ۵ر ایک سے ۲ ڈبیہ تک محصولڈاک ۵ر

درد سر اور ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ بھر میں دور ہوجاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ بھر میں اس کو پانی کر دیتا ہے اور ریاح جیسے ٹیس۔ چمک پڑکر رگوں میں گھر جس اگن کئی سی کیلن چبھتا ہو تو دوا سے فوراً آرام ہوجاتا ہے۔ اس لیئے یہ دوا ہر خاص و عام کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ قیمت بارہ ٹکیوں کی شیشی ۵ر محصولڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک ۶ر

عرق کافور اصلی

دیکھو گرمی کا موسم آیا۔ جہاں تہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے۔ اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کا اصلی عرق کافور ہے۔ یہ دوا ۲۷ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے یہ گرمی کے دست۔ پیٹ کا درد اور پسلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ ہمیشہ ایک اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی ۴ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتوں سے یہ عرق بنایا جاتا ہے رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے۔ اور خوشبو بھی تازہ پتیوں کی سی آتی ہے۔ یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے ریاح کے لئے نہایت مفید دوا ہے۔

پیٹ کا پھولنا۔ ڈکار آنا پیٹ میں درد بدہضمی متلی اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت دور ہوجاتی ہے قیمت فی شیشی ۸ر المشتہر ڈاکٹر ایس کے برمن تاراچند دت نمبر ۵ و ۶ ۔ اسٹریٹ کلکتہ

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ ست سلاجیت

اصلی ممیرا در ممیرے کا سرمہ کا اعلان عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب کے تجویز نسخہ کے موافق طیار کیا گیا ہے۔ اصلی ممیرا جسکو خود حضرت نے دیکھ کر اصلی ممیرا ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ اس میں ڈالا جاتا ہے حضرت نے اس سرمہ کے موافق خود فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است۔" اس شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کئی لاکھ افراد کا امام جو حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانیکا حقدار ہے اس کے مفید ہونے کی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ دُھند۔ جالا اور دیگر امراض چشم کے لیے بہت مفید ہے۔ قیمت سرمہ اول قسم فیتولہ عہ/ قسم دوم عہ/ قسم سوم عہ/ اصلی ممیرا فیتولہ عہ قسم دوم ۸ روپیہ

ست سلاجیت

(محیط اعظم سے نقل کیا گیا جس کی عبارت یہ ہے۔) مقوی جمیع اعضاء نافع صرع ۔ مشتہی طعام۔ قاطع بلغم و ریاح ۔ دافع بواسیر اور جذام اور استسقاء۔ زردی رنگ و تنگی نفس و شیخوخیت و فساد بلغم و قاتل کرم شکم۔ مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل بول و سیلان منی۔ و یبوست درد مفاصل وغیرہ وغیرہ امراض کے لئے بہت مفید ہے۔ بقدر دانہ نخود صبح کیوقت دودھ کے ساتھ استعمال کرو۔ قیمت فیتولہ ۱۲ر

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں ۔ مشہدی۔ پشاوری۔ اور بادامی سیاہ اور سفید ماشی۔ ریشمی۔ سوتی۔ تسری صافے سفید اور بادامی۔ پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم اور ہر قیمت کی مل سکتی ہیں

المشتہر

احمد نور کابلی۔ مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور